عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی کتاب

کائنات
رحمت

شائع کردہ: دار الارشاد۔ کیمبل پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی اللہ حیی

رحمتِ کائنات مکمّل

یعنی

اثبات حیات رحمۃ للعالمین سید المرسلین

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

از قلم

قاضی محمد زاہد الحسینی غفرلہ
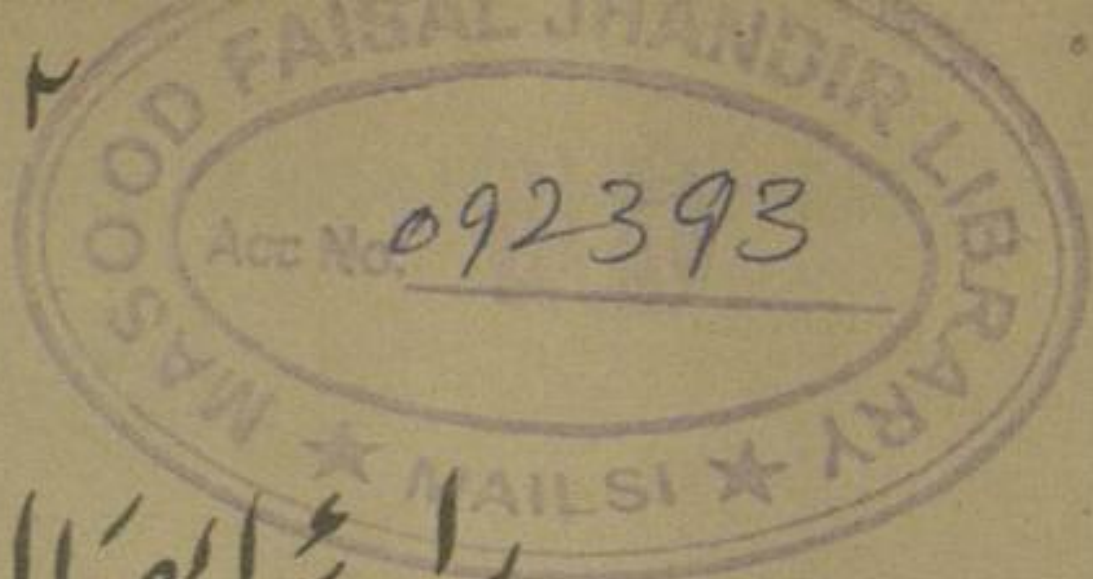
برائے ایصالِ ثواب

بر روحِ پُرفتوح سیّدی وسندی

السّیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز

مادۂ تاریخِ رحلت

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۱۳۷۷ھ

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

فہرست مضامین

تعارف رحمتِ کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم

از

ارشادِ ربّ العالمین احکم الحاکمین عز اسمہٗ جل جلالہٗ

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے)

الانبیاء (۱۰۶)

رحمتِ کائنات

کا

تعارف

اپنے گرامی الفاظ میں صلی اللہ علیہ وسلم

انہ لیس شیٔ من السّماء والارض

الا یعلم انی رسول اللہ الا عاصی الجن

والانس۔ (دارمی، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۰۴)

نافرمان گستاخ جنّوں اور انسانوں کے بغیر زمین اور آسمانوں کی ہر چیز یہ جانتی ہے کہ میں اللہ تعالٰے کا رسول ہوں،
صلی اللہ علیہ وسلم!

اجمالی تعارف رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

از

وارث علوم نبوّت قاسم العلوم والخیرات بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہ العزیز

تو فخر کون و مکان زبدۂ زمین و زماں — امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبیؐ — تو نورِ دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدہ بیدار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں — تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود — بجا ہے تم کو اگر کہیئے مبدء الآثار

لگا تا ہاتھ نہ پتلے کو ابو البشر کے خدا
اگر وجود نہ ہوتا تمہارا آخر کار،

سما سکے تیری خلوت میں کب نبیؐ و ملک — خدا غیور تو اس کا حبیب اور اغیار
کہاں بلندی طور اور کہاں تیری معراج — کہیں ہوتے ہیں زمین و آسماں ہموار

دیباچہ طبع پنجم

یہ گناہگار علم و عمل سے خالی، دنیا اور خواہشات نفسانی کا شکار حد سے زیادہ بدکار اپنے محبوب خالق حقیقی مالک کون و مکان رب العالمین احکم الحاکمین غفور رحیم تواب حکیم خداوند کریم عز اسمہٗ وجل جلالہ کا بے انتہا شکر گزار ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اور رحم و احسان سے اس مجرم اور غافل انسان سے اتنی بڑی خدمت لی کہ جس سے بڑھ کر آج کل اس لادینی گستاخی بے ادبی کے دور میں کوئی خدمت نہیں ہو سکتی۔

تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض ہے کہ اگرچہ حیات النبی و حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ عمومی طور پر اسی طرح آج تک بنیادی چلا آیا تھا جس طرح ختم نبوت کا بنیادی نظریہ قرون اولٰی سے کر چودھویں صدی کے اوائل تک اس قدر ظاہر اور ضروری رہا ہے کہ اس کے اثبات اور واضح کرنے کے لئے کسی زمانہ کے اجلہ اہل علم حضرات اور نور عرفان سے منور اکابر نے قلم اٹھانے کی ضرورت نہ سمجھی اگرچہ بعض صاف باطن بزرگوں نے جن کے سینے انوار الٰہیہ کی تجلیات سے منور تھے اپنی بصیرت سے حفظ ماتقدم کے طور پر ایسے بنیادی عقیدہ کی وضاحت پر آب حیات جیسی کتاب اردو میں اور حیات الانبیاءؑ

علیہم السلام جیسے رسائل عربی میں تحریر فرمادئے تھے جو آج کے ظلمانی دور میں طالب عرفاں کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہو رہے ہیں قدس اللہ اسرارہم۔

پچھلے دنوں احقر نے اسی مقدس موضوع پر اُردو زبان میں ایک رسالہ "رحمت کائنات" لکھا جس کے چار ایڈیشن تھوڑے ہی عرصے میں تقسیم ہو گئے مگر مشتاقان جمال احمدی کے تقاضے بڑھتے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اب اپنی نجات کے لئے پانچویں طباعت پیش ہے۔ اللہ کریم اپنی رحمت سے قبول فرما کر میری نجات اور شفاعت کا سبب فرمادیں۔ (آمین)

روز قیامت ہر کسے در دست دارد نامہ
من نیز حاضر مے شوم اوراق رحمت دربغل

محتاجِ رحمت

قاضی محمد زاهد الحسینی

۲۲ صفر ۸۶ھ ۲۲ جون ۶۶ء

بشارت عظمیٰ

مضمون کی تحریر کے زمانہ میں ایک دن شام کا کھانا کھا کر نماز عشاء سے پہلے چارپائی پر لیٹ گیا تو بین النوم والیقظہ (نیم خوابی) کی حالت میں جمال رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا آپؐ نے فرمایا :۔

"تمہارے مضمون کو میں نئی ترتیب دے رہا ہوں تاکہ اس کو انبیاء کی مجلس میں پیش کر سکوں علیہم السلام"

اس بشارت کے بعد مجھے تو اس کی صداقت اور قبولیت پر یقین ہو گیا اور اب اسے رسالہ کی صورت میں مزید نفع کے لئے شائع کیا جا رہا ہے

وہو حسبی ونعم الوکیل

محمد زاہد غفرلہٗ ۔ ۱۳ ربیع ۱۳۷۵ھ ۲ نومبر ۱۹۵۵ء

فائدہ:- آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ اس مضمون کو مجلس انبیاء میں پیش فرمائیں گے اس لئے ہُوا کہ اس رسالہ میں حیات انبیاءؑ علیہم السلام کو ثابت کیا گیا ہے۔

ایشیاء کی واحد دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے علمی بورڈ کی

تصدیق

نحمدہٗ ونصلی۔ مسئلہ حیات النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم پر پاکستان کے اہل قلم حضرات میں بحثیں چل رہی ہیں حضرت مہتمم صاحب دیوبند کے پاس پچھلے دنوں پاکستان کے بہت سے حضرات نے خطوط لکھے اور درخواست کی کہ حضرت موصوف اس مسئلہ پر اکابر دیوبند کے مسلک کی وضاحت فرماویں اکابر علماء دیوبند اس مسئلہ پر اور خطوط پر غور کر رہے تھے کہ رسالہ دارالعلوم دیوبند کے لئے محترم و مکرم مولانا قاضی قاضی محمدؒ زاہد الحسینی زید مجدہٗ کا مضمون پہنچا جس میں اس مسئلہ کو کمال محبت و عقیدت سے اور تحقیق علمی کے ساتھ بیان کیا گیا تھا اساتذہ دارالعلوم کی مجلس میں حضرت قاضی صاحب کا یہ مضمون پڑھا گیا اور سب نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ یہ مضمون مسلک اور علمی تحقیق کے اعتبار سے کافی و شافی ہے اسی کو رسالہ دارالعلوم میں شائع کیا جاتے۔

چنانچہ بزرگان دیوبند کا یہ مصدقہ مضمون رسالہ دارالعلوم میں شائع ہوا اور دور دور سے اہل علم اور ذی فہم حضرات نے اس مضمون کی تعریف و توصیف میں خطوط دفتر رسالہ دارالعلوم کو لکھے:-

(مولانا) سید محمدؒ ازہر شاہ (صاحب) قیصر

امام الاولیاء استاذ المفسرین حضرت

مولانا احمد علی صاحب، امیر انجمن خدام الدین لاہور

مخدومی و مکرمی قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے "رحمت کائنات" میں رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس کے اندر حضور کے جسد عنصری میں بعینہٖ دنیاوی زندگی کی طرح روح کا موجود ہونا ثابت کیا ہے۔ اور اس پاکیزہ مقصد کے ثبوت میں آپ نے احادیث آثار اقوال سلف اور خلف اور برزخی واقعات کا ایک عجیب مجموعہ جمع کر کے بے نظیر گلدستہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

میرا یقین ہے کہ اس مسئلہ میں حق تلاش کرنے والے کو گلدستہ سے یقین کامل ہو جائے گا کہ حضور انور کی حیات طیبہ جیسی سطح زمین پر تھی ویسی ہی مزارِ اقدس میں ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس سعی بلیغ کی دارین میں جزا دے آمین یا الہ العالمین

احقر الانام احمد علی عفی عنہ ۲۶ رمضان ۱۳۷۸ھ

علمائے کرام و مشائخ عظام کی

تصدیقاتِ عالیہ

حیات سید دو عالم صلی اللہ علیہ کے متعلق حجۃ الخلف بقیۃ السلف واقف رموز طریقت مرشد العلماء سید الصلحاء حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری مدظلہم العالی وادام اللہ برکاتہم کا ارشاد گرامی۔

احقر تو ان حضرات (حضرات نانوتوی رح و حضرت مدنی رح) کے ساتھ ہی ہے جو ان اکابر کا عقیدہ ہے وہی احقر کا عقیدہ ہے آپ اپنا عقیدہ علمائے دیوبند ہی کا رکھیں یہی عقیدہ صحیح ہے

۱۷ ربیع الاول ۷۸ھ ۲ اکتوبر ۵۸ء لاہور

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ صاحب زید مجدہم سہارنپور

مکرم و محترم مد فیوضکم!

بعد سلام مسنون پیکیٹ مرسلہ "رحمت کائنات" دو عدد پہنچ کر موجب مسرت ہوا حضرت اقدس رائے پوری دام مجدہم کے نام نسخہ حضرت کی خدمت میں اسی وقت پیش کر دیا۔ بندہ دعا کرتا ہے حق تعالیٰ اپنی مہربانی سے مساعی جمیلہ کو مثمر برکات بناتے اور دونوں جہاں میں اس مبارک جدوجہد کی بہترین جزائے خیر اپنی شایانِ شان عطا فرما دے تعجب ہے کہ ایک ایسی بات پر جس میں اسلاف و اکابر دیوبند متفق اللسان ہیں کیسے اختلاف کیا جا رہا ہے۔ اکابرین کا تو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نظر نہیں پڑتا:

زکریا مظاہر العلوم ۷۸ھ

حضرت مولانا الحاج خیر محمدؒ صاحب مدظلہم العالی خلیفہ اعظم حکیم الامت تھانویؒ کا ارشاد ہے

رسالہ کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا الحمد للہ رسالہ کا ہر ہر حرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جناب کے عشق و محبت اور اخلاص کا ترجمان نظر آتا ہے مطالعہ کی برکت سے احقر اپنے قلب میں بھی محبت نبویہ میں ترقی و اضافہ محسوس کرتا ہے اللھم زد فزد (۴ر جون ۵۸ء)

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی سابق وزیر معارف بلوچستان حال شیخ التفسیر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

رحمت کائنات بھی پہنچی اور مطالعہ سے بھی فارغ ہوا مطالعہ کرکے دل خوش ہوا اور دعائیں دیں اللہ کریم آپ کو ایسی خدمات کے لئے تادیر سلامت رکھے (آمین)

۱۵ر جون ۵۸ء

حضرت مولانا محمد انوری خلیفۂ اعظم

حضرت رائے پوری کی بشارت

محترم و مکرم حضرت مولانا دام مجدہم

سلام مسنون

عجیب اتفاق ہے "رحمتِ کائنات" دیکھ رہا تھا غالباً ۳ رمضان المبارک تھا دوپہر کا وقت تھا قیلولہ کیا آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مبارک مشرف ہوا کچھ صحابۂ کرامؓ ساتھ تھے حضرت ابوہریرہؓ حضرت انسؓ حضرت ابن عمرؓ کا نام یاد رہ گیا ہے حیات النبی کے مسئلہ کی تحقیق کرنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور بشارات سنائیں۔

(محمد عفی عنہ ۱۶ رمضان المبارک ۸۷ھ الخمیس)

خطیب پاکستان الحاج قاضی احسان احمد شجاع آبادی

"رحمت کائنات" کا تحفہ ملا اس عاجز کی تقریظ کی حقیقت ہی کیا ہے اہل سنت حیات مبشر (مسیح علیہ السلام) پر متفق ہیں اور حیات مبشر صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف اور وہ بھی انتہائی سطحی لب ولہجہ میں کھلی ہوئی بے ادبی ہے جتنا احادیث کا موضوع ہونا ثابت کیا جائے غیر شعوری طور پر پرویزیت کی اعانت ہے اور جتنا سید دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ پر بحث کی جائے مخصوص گروہ کی مدد کرنا ہے۔

ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالٰے نے کتاب وسنّت کو جتنا سمجھا ہے عصر حاضر کے مفسر اس کا عشر عشیر بھی تو اپنے پاس نہیں رکھتے۔

دست بدعا ہوں کہ رب العزّت ہم سب کو منعم علیہ گروہ کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

والسلام

احقر العباد احسان احمد، امام شاہی جامع مسجد شجاع آباد

دیباچہ طبع اوّل

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمِ ؕ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

احقر عرصہ دراز سے یہ سوچتا رہا کہ قرون اولیٰ میں جب کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے اجلاس وجلوس نہ ہونے کے برابر تھے اور سیرت کے متعلق، تصانیف کی اشاعت بھی محدود تھی مگر ان مبارک ایاّم میں آپ کے ارشاداتِ عالیہ پر عمل زیادہ ہوتا تھا اور لوگ آپ کی محبت میں سرشار رہا کرتے تھے لیکن آج اس نشر و اشاعت کے دور میں جب کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ دنیا کی تمام مروجہ زبانوں میں شائع ہو چکی ہے. اکثر ادارے مفت تقسیم کا ثواب حاصل کر رہے ہیں۔

مگر عملی حیثیت سے یہ حاصل ہے کہ بعض مسلمانوں کے ہاں تو آپ کی زندگی کے حالات پر مشتمل کوئی صحیح اور یقینی مجموعہ موجودہ ہی نہیں۔

آخر اس عملی روگردانی اور کوتاہی کی وجہ کیا ہے ؟ کافی سوچ اور

فکر کے بعد احقر کے ذہن میں یہ بات آئی کہ گذشتہ زمانہ میں حسبِ ارشاد قرآن کریم وَتُعَزِّرُوْهُ (الفتح ۹) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت عین ایمان تھی اور آج عظمت کا کیا سوال ؟ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ ایک کامیاب فاتح ایک مقنن ایک مصلح یا ایک پیغام لانے والا کی حد تک سمجھا جاتا ہے حالانکہ از روئے اسلام، اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دو مترادف الفاظ ہیں۔

جیسا کہ سید احمد بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنے طریقہ سلوک وبیعت کا نام محمدی رکھا تھا جس پر ایک ناواقف نے اسی طرح اعتراض کر دیا تھا اس کا جواب حضرت مولانا کرامت علی جون پوری خلیفہ حضرت بریلوی نے مفصل اور مدلل دیا تھا آپ نے فرمایا :-

"سب طریقوں کی نسبت آخر کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے حقیقت میں سب طریقے محمدیہ ہیں" ذخیرہ کرامات حصہ دوم صفحہ ۲۷۔

ف : امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کریم نے اپنی محبت اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی رضامندی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اپنی اطاعت اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ایک چیز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

ف ۱ :- اس آیت شریفہ میں یہ ضمیر جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی راجع ہے ۱۲ جلالین یہی قول مفسرین اہل سنت والجماعت کا ہے البتہ معتزلہ نے اس ضمیر کا مرجع اللہ کریم ہی کو قرار دیا ہے کشاف۔

ف ۲ - عظمت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف بعض حلقوں سے ارادی یا غیر ارادی طور پر جد وجہد کی جا رہی ہے کہ اپنے آپ کو محمدی کہنا بھی برداشت نہیں کیا جاتا ؎

(۱) قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآءُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ (سورۃ توبہ ۲۴)

ترجمہ:۔ تو کہہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں برادری اور مال جو کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیاں جو پسند رکھتے ہو تم کو عزیز ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں۔

(۲) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ (آلایۃ سورہ توبہ ۶۲)

ترجمہ:۔ اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو راضی کریں۔
آیات مذکورہ بالا میں ایک ہی ضمیر دونوں (اللہ عز اسمہٗ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے دوسری آیت میں جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

(۳) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح الایۃ ۱۰)
ترجمہ: جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھوں کے۔ اسی کے برعکس خداوند کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہوئے فرمایا

وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (الایۃ ۱۳ انفال)

ترجمہ:۔ اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا اور اس کے رسول کا تو اللہ کی مار سخت ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الایۃ مجادلہ ۲۰)

ترجمہ: جو لوگ مخالف ہوتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے وہ لوگ ہیں سب بے قدر لوگوں میں۔

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الایۃ الجن ۲۳)

ترجمہ :- اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو اس کے لئے آگ ہے دوزخ کی۔

ان تمام آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کریم کا احترام اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احترام کی ایک ہی جہت ہے امت کے لئے آپ کے سوا اور کوئی راستہ اور ذریعہ ایسا نہیں جس پر چل کر دربار خداوندی تک پہنچ سکے صرف ذات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی خداوند کریم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ کریم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوامر نواہی اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام فرمایا ہے اس لئے ان امور میں اللہ تعالےٰ اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی۔ الصارم المسلول از امام ابن تیمیہ ص۱۴ و ۴۲۔

اس لئے اس سچی تڑپ کے پیش نظر کہ دنیا میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی کو پھر آشکار کیا جائے جو آپ کو رب العالمین کی طرف سے حاصل ہے جس فضل عظیم اور رفع ذکر سے قرآن کریم نے آپ کو نوازتے ہوئے فرمایا :-

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء ۱۱۳) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (انشراح ۴)

ل اس آیہ کریمہ کی تفسیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے پوچھی تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا آپ کا ذکر بھی ہوگا حضرت قتادہ فرماتے ہیں اللہ کریم نے آپ کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا ہے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کہا

وشق لہ من اسمہ لیجلہ ۔۔۔ فذ والعرش محمود وھذا محمد

ترجمہ :- خداوند تعالیٰ نے اپنے اسم پاک سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نکالا عرش کا مالک محمود اور یہ محمدؐ ہیں ۔ " تفسیر خازن "

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و اہمیت

یہ عقیدہ اس حد تک بنیادی اور ضروری ہے کہ آج تک اس کے خلاف کسی ذی علم، کسی ولی، کسی امام نے لب کشائی نہ کی اس پر سب کا اجماع اور اتفاق رہا ہے۔

جامعہ ازہر مصر کے محقق عالم محمد بن خانجی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات حدیث متواتر سے ثابت ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں فرمایا:۔

"حیات انبیاء علیہم السلام متفق علیہ است ایچ کس را در وخلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی"

انبیاء علیہم السلام کی حیات پر علماء کا اتفاق ہے اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے اور یہ حیات وہی ہے جو کہ دنیا میں جسم کے ساتھ حاصل تھی نہ کہ روحانی حیات۔

یہی وجہ ہے کہ جب کسی زمانے میں کسی غیر محتاط انسان نے اس عقیدہ کے خلاف کچھ کہا تو اس وقت کے علمائے کرام نے متفق ہو کر اس کی فہمائش اور گوشمالی کی جیسا کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے فرمایا:۔

"حجاج نے اپنے زمانہ امارت میں دیکھا کہ لوگ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے اردگرد پھر رہے تھے تو اس نے کہا کہ تم گلی ہوئی ہڈیوں اور لکڑیوں کے گرد کیوں پھر رہے ہو"۔

اس کے یوں کہنے پر اس وقت کے علمائے کرام نے اس پر کفر کا فتویٰ دے دیا اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰے نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے اور یہ حجاج آپ کے

خلاف کہہ کر نعوذ باللہ آپ کی تکذیب کر رہا ہے۔

(خزائن الاسرار ص۱۷۱ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل)

اس لئے امام ابوبکر احمد بیہقی محدث (وفات ۴۵۸ھ) نے اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا اسی طرح نویں صدی ہجری کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی ایک مدلل اور مفصل رسالہ لکھا جس میں احادیث سے ثابت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی زندہ ہیں۔

علامہ بارزی کا فتویٰ اس عقیدہ کے متعلق درج ذیل ہے۔

فاجاب انهٗ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ قال الاستاذ ابومنصور عبد القاهر بن طاهر البغدادی الفقيه الاصولی شیخ الشافعیة قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاته وان یبشر بطاعات امته ویحزن بمعاصی العصاة منهم وانهٗ تبلغهٗ صلوة من یصلی علیه من امته وقال ان الانبیاء لا یبلون ولا تاکل الارض منهم شیئا قد مات موسی علیه السلام فی زمانه واخبر نبینا صلی اللہ علیہ وسلم انهٗ راٰه فی قبره مصلیا وذکر فی حدیث المعراج انهٗ راٰه فی السماء الرابعة وانهٗ راٰی اٰدم فی السماء الدنیا وراٰی ابراهیم وقال له مرحبا بالابن الصالح لنا هذا الاصل قلنا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم قد صار حیا بعد وفاته وهو علی نبوته۔

(انباء الاذکیا ص۳)

ترجمہ:۔ علامہ نے جواب دیا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں استاذ ابو منصور بغدادی نے جو کہ تمام شوافع کے شیخ اور استاذ ہیں۔ فرمایا ہے کہ ہمارے سب محقق علماء کا فیصلہ ہے کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور وہ امت کے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور امت کے بُرے اعمال سے غمناک ہوتے ہیں اور آپ کے دربار میں امت کا وہ درود پیش کیا جاتا ہے جو کوئی بھی پڑھتا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم نہیں گلتا اور زمین ان کے بدن سے کچھ بھی نہیں کھاتی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں رحلت فرما چکے ہیں مگر ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے زمانہ میں قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور معراج کی رات آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا اور آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح فرمایا۔ جب کہ یہ قاعدہ اور دلیل صحیح طور پر ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات کے بعد زندہ ہو گئے اور اب بھی آپ زندہ تشریف فرما ہیں۔ صلّی اللہ علیہ وسلم۔

مذاہب اربعہ کا عقیدہ دربارۂ حیات نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم

یہ عقیدہ ہر چہار مذاہب کے ہاں صحیح اور درست ہے ہر مذہب کے جلیل القدر ائمہ اور علماء کو یہ شرف زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوا ہے اور انہوں نے اس پر مدلل کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ احناف میں سے حضرت ملا علی قاری محدّث شارح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق محدّث دہلوی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہم العزیز حنابلہ میں سیّد الاولیاء حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ مالکیہ

میں سے امام قرطبی مفسر القرآن ابن الحاج، حافظ ابن ابی جمرہ نے اس پر مدلل واقعات لکھے ہیں شوافع میں سے امام عالی مقام غزالی، علامہ بارزی، السبکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنی اپنی تصانیف میں اس عقیدہ کو بیان فرمایا ہے۔

(ترجمان السنۃ جلد ۳ ص ۳۸۰)

اجماعِ اُمّت بر عقیدۂ حیات النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ عقیدہ اسقدر بنیادی عقیدہ ہے کہ کسی زمانہ میں اس کے خلاف آواز نہیں اٹھایا گیا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان گوہر فشاں سے صحابہ کرام سے یہ فرمایا کہ :-

نَبِیُّ اللہِ حَیٌّ

ترجمہ :- اللہ کا نبی زندہ ہی رہتا ہے۔

تو یہ بات سب صحابہ کرام تک پہنچ گئی اور سب صحابہؓ کا اس پر اتفاق ہو گیا اور یہ عقیدہ بعد کے آنے والے زمانے میں اس قدر شائع عام ہو گیا کہ حسب ارشاد قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی۔

"دعوٰے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان زد خاص و عام اہل اسلام ہے"

(آب حیات ص ۲) اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا" لگے وقت میں کوئی حرم مدینہ میں دھیمی آواز سے بھی بات نہیں کرتا تھا اگر کوئی بولنا چاہتا تھا تو شف حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر خاموش کر دیتے تھے اور سارے شہر میں نزاع اور فساد اور زور سے بولنا معدوم تھا (امداد المشتاق)

ذیل میں ہر صدی کے بعض علماء کرام کی فہرست دی جاتی ہے جو اس مسئلہ کو مدلل بیان کر چکے ہیں۔ پہلی۔ حضرت انس بن مالک، ثابت بنانی، ابو الملیح، سعید بن

المسیب، ابوہریرہ اوس بن اوس، ابو سعود انصاری، امامہ، ابن عباس عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم

دوسری :- امام دار الہجرۃ امام مالک وفات ۱۷۹ھ

تیسری :- امام احمد بن حنبل، بقیع بن مخلد

چوتھی :- امام حافظ عبدالرحمٰن بن شعیب نسائی۔

پانچویں :- امام بیہقی محدّث وفات ۴۵۸ھ

چھٹی :- محی الدین ابن عربی سید احمد کبیر، امام غزالی، شیخ سید عبدالقادر جیلانی۔

ساتویں :- علامہ ابن النجار

آٹھویں :- واقعہ سلطان نور الدین زنگی ۵۵۷ھ

نویں :- ابو عبداللہ محمد معروف بابن قیم الجوزیہ، محمد سلیمان صاحب مرتب دلیل الخیرات :

دسویں :- ملا علی قاری - جلال الدین سیوطی، شہاب الدین قسطلانی

گیارھویں :- شاہ عبدالحق محدّث دہلوی

بارھویں :- شاہ ولی اللہ دہلوی

تیرھویں :- نواب قطب الدین شارح مشکوٰۃ شریف بانی دیوبند مولانا محمد قاسم

چودھویں :- شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی شارح بخاری علامہ انور شاہ - حکیم الامت علامہ تھانوی حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ قبورہم۔

اس عقیدہ کے انکار سے نقصانات

اگر اس عقیدہ کا انکار کر دیا جائے تو اس سے کم از کم مندرجہ ذیل مفاسد لازم آتے ہیں۔

(۱) ان تمام آیات واحادیث کا انکار کرنا پڑے گا جن میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا صراحتاً ذکر ہے۔

(۲) جب رحمت دو عالم باعث ایجاد کون و مکاں صاحب لولاک کے متعلق۔ تخیل قائم کر لیا جائے کہ آپ مر گئے اور مٹی میں مل گئے تو اب دوسرے انسانوں کے بارے میں کس طرح یہ عقیدہ رکھا جا سکے گا کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں اس سے عقیدہ والبعث بعد الموت میں کمزوری اور سستی پیدا ہو جائے گی۔

(۳) مدینہ منورہ کا احترام اور ادب دلوں سے نکل جائے گا، حالاں کہ مدینہ منوّرہ وہ مبارک بستی ہے کہ بطفیل سیّد المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تشریف آوری سے پہلے بھی ہر طرح کے مظالم اور جابروں سے محفوظ رہا ہے۔ جیسا کہ شاہ یمن تبع نے جب مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا اور واپسی کا اعلان کر دیا تو یہ کہا :-

القی الی نصیحتہ کی ازدجر

عن قریۃ محجورۃ بمحمد، ؟

ترجمہ :- اللہ نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس بستی پر حملہ کرنے سے رک جاؤں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے محفوظ ہے۔

اسی مدینہ منورہ کے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو ارض حرم بنایا اور میں مدینہ منورہ
کو حرم بناتا ہوں (الحدیث)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ مدینہ منورہ کی گھاٹیوں پر فرشتے مقرر ہیں، اس لئے اس بستی میں نہ تو طاعون کا مرض
داخل ہوگا اور نہ دجال داخل ہو سکے گا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مدینہ کے رہنے والوں کے ساتھ دھوکہ کرنے والا نمک کی طرح پگھل
جائے گا جب کہ وہ پانی میں ڈالا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو شخص مدینہ منورہ میں فوت ہو اور ہجرت کر کے آیا، میں اس کی شفاعت کروں گا
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ مدینہ منورہ کی گردوغبار ہر مرض کی دوا ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے
اللہ مدینہ منورہ مکہ شریفہ سے بھی افضل ہو۔

باجماع امت روضۂ اقدس کا وہ حصہ جہاں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام
فرما ہیں تمام مقامات سے افضل ہے۔ بلکہ وہ تمام مقامات جہاں حضور انور صلی اللہ
علیہ نے نماز پڑھی تھی وہاں نماز پڑھنا مستحب ہے خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حضرت
عمرو بن عبدالعزیز کو لکھا تھا کہ وہ ان تمام مقامات پر مسجدیں بنا دیں جہاں حضور
کا نماز پڑھنا ثابت ہے (اخبار مدینہ ص۹۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو حرم بنایا اور اسے امن کی

جگہ بنایا اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا اس کے دونوں پہاڑی سلسلوں کے درمیان۔
الحدیث (طحاوی باب صید المدینہ)

اسی مدینہ منورہ کے ساتھ کمال عقیدت اور عشق و محبت میں سرشار بانی دارالعلوم دیوبند کی عقیدت انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

؎ امیدیں اور ہیں لاکھوں بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار

(۴) جب آپ کو حیات حاصل نہیں تو اس روایت سے انکار کرنا پڑے گا۔ جس میں آپ کا ارشاد ہے کہ:-

"آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں"

جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

(۵) حضرت ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی یہ شرافت باقی نہ رہے گی کہ ان کو اس مقدس جگہ میں قرب حاصل ہوا جہاں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ پھر تو وہاں ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ یہ بات ایک معتزلہ نے کہی تھی تب اس کے جواب میں محدث کبیر علامہ بیہقی نے حیاۃ الانبیاء کتاب تحریر فرمائی تھی۔

(۶) ان سب حدیثوں کا انکار کرنا پڑے گا جن میں آپ نے فرمایا جو میری قبر کے پاس آکر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں" جب روح موجود نہیں تو کس سے سنتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے

یہ عقیدہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اس کی اہمیت کو جناب مولانا سید میرک شاہ صاحب سابق مدرس اعلیٰ دار العلوم کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔

اُمت محمدیہ کے کچھ حرماں نصیب اشخاص سے بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی سرزد ہوئی اور آپ کے بہت سے معجزات کا انکار محض اس لئے کیا کہ وہ آپ کی ذاتِ اقدس کو بھی اپنے اوپر قیاس کر گئے چنانچہ زیر بحث اہم ترین مسئلہ کو بھی غلط سمجھ کر آپ کے جسدِ اقدس کو اسی طرح دوسرے انبیاء کے اجساد مبارکہ اپنے جسد پر قیاس کر کے عالم قبر میں آپ کے جسد پاک ونیز اجساد انبیاء کے بارے میں جن خوارق عادات وحالات کا تذکرہ نصوص میں آیا ہے ان کے ماننے میں پس وپیش کے اندر مبتلا ہوئے بلکہ توہین آمیز انکار کرنے لگے اور اس افراط و تفریط میں کبھی کبھی حدود اسلام سے بھی نکل گئے مختصر یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجا لانا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جن امور و عقائد سے یہ فریضہ بجا لایا جا سکتا ہے ان میں سے یہ عقیدہ بھی ایک ہے کہ آپ کا جسد پاک عالم برزخ میں زندہ ہے اس عقیدہ کو سمجھ لینا اور اس کے دلائل و براہین کو معلوم کرنا اور ذہن نشین کر لینا دین میں ضروری ہے جیسا کہ علم کلام کی مشہور کتاب مولفہ تورپشتی کی مندرجہ عبارت سے ثابت و مفہوم ہوتا ہے واز ان جملہ (یعنی منجملہ عقائد اہل سُنّت) آنست کہ بداند کہ کالبد ویرا زمین نخورد و بوسیدہ نشود دانستن این ہمہ کہ یاد کردیم مہم است تا از تو قبر

و تعظیم رسول کہ حق تعالے بر ما فرض کردہ است بوجہ خوب بجا آوردہ شد در جمیع امور (کتاب المعتمد)

ترجمہ:- جادہ اہل سنت پر قائم رہنے کے لئے جن عقائد کا ماننا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانانِ اہل سنت جان لیں (یعنی یقین کرلیں) کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پاک کو زمین نہیں کھائے گی اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی بوسیدگی اثر کرے گی، ان باتوں کا کہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے یقین اور عقیدہ رکھنا مہمات دین میں سے ہے ہے تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم کہ جو ہمارے اوپر اللہ کریم نے فرض کر دی ہے تمام امور میں جیسا کہ چاہیے کما ینبغی بجا لایا جا سکے۔"

علم عقائد کے اس مسئلہ میں صراحت کے ساتھ بتلایا گیا ہے کہ جسد اطہر نبوی کی برزخی حالت جو نصوص شرعیہ سے ثابت ہوئی ہے ہر مسلمان کو معلوم ہونی چاہیئے کہ اس کی معلومیت کے بدون تعظیم کا فرض ادا نہیں کر سکے گا اس کے علاوہ ائمہ حدیث نے اس مسئلہ کے متعلق وارد ہونے والی احادیث کو مستقل تصانیف میں جمع کر کے عملاً بھی اس کی اہمیت کو ظاہر کر دیا ہے امام بیہقی نے جزء "حیات الانبیاء" کے علاوہ " دلائل النبوۃ " نامی ایک کتاب فن حدیث میں لکھی ہے جس کا نام خود بتلا رہا ہے کہ اس میں وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دلائل میں محسوب ہو سکتی ہیں پھر مسئلہ زیر بحث کی بنیادی دلیل (یعنی حدیث الانبیاء احیاء) کی تخریج بھی کتاب مذکور سے کر کے اپنی صنیع سے بتا دیا کہ مسئلہ حیات انبیاء بھی علامات نبوت میں سے ایک ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کا مقر نبوت کی علامات کا مقر اور اس کا منکر نبوت کے دلائل کا منکر سمجھا جائے گا۔ اسی طرح حدیث کی مشہور و معروف کتاب موسوم بہ نام "کتاب الاعتقاد" میں موصوف نے مسئلہ ہذا کو بالفاظ دیگر

بیان کیا ہے۔ "الانبیاء بعد ما قبضوا ردت الیہم ارواحہم" جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ محدثین نے حیات انبیاء فی القبور کو ان عقائد اسلامیہ میں سے ایک اہم عقیدہ قرار دے دیا ہے کہ جن کا ثبوت اس قدر کثیر التعداد احادیث صحیحہ سے ملتا ہے جن کی کثرت اور صحت کی وجہ سے یہ مسئلہ علم حدیث کا ایک اہم اور قابل اعتناء مسئلہ بن گیا ہے اور جس طرح ائمہ حدیث نے قرأت خلف الامام رفع یدین وغیرہ پر خصوصی توجہ کر کے مستقل تصانیف لکھی ہیں اس طرح مسئلہ ہذا کے بارے میں بھی احادیث صحیحہ نے ان کو مجبور کیا ہے کہ اس مسئلہ کو اور بھی مستقل اور علیحدہ تصانیف میں جمع کریں۔

اسی وجہ سے امام بیہقی نے اس پر ایک جزء یعنی ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام جزء حیات الانبیاء صلوات اللہ وسلام علیہم اجمعین آپ نے رکھا ہے

امام سیوطی نے بھی ایک مستقل تصنیف بنام آنباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء اس موضوع پر لکھی ہے۔

ان حقائق میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اصحاب سنن وارباب حدیث وغیرہ ہم کے نزدیک یہ مسئلہ کس قدر اہم اور مہتم بالشان ہے۔

زیارت مدینہ منورّہ ملکی نظام میں

اس لئے حجاز کی ہر حکومت وقت پر لازم اور ضروری ہے کہ مدینہ منورہ جانے والوں کے لئے اسی طرح انتظام کرے جس طرح حج کرنیوالوں کے لئے انتظام کرتی ہے چنانچہ پانچویں صدی ہجری کے محقق عالم ماہر دستور اسلامی علامہ علی بن محمد ماوردی متوفی ۴۵۰ھ اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ کے دسویں باب الولایۃ علی الحج میں فرماتے ہیں:

فاذا انقضی الناس حجھم امہلھم الایام التی جرت بہا العادۃ فی انجاز علائقھم فاذا عاد بھم سار بھم علی طریق

اعلانیتہ لزیارۃ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیجمع لھم بین حج بیت اللہ عزوجل وزیارۃ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رعایتہ لحرمتہ وقیاماً لحقوق (ص۱۰۵)

یعنی حکومت حجاز پر لازم ہے کہ وہ حجاج کو مدینہ منورہ پہونچائے اور دیگر ضروریات سفر مقدس مہیا کردے تاکہ حاجی اس شرف زیارہ کو بھی حاصل کرلے۔ موجودہ حکومت سعودیہ باوجود وہابی مسلک رکھنے کے دونو حرموں کی خادم ہے جیساکہ سلطان عبدالعزیز رحمتہ اللہ نے ۱۳۴۴ھ میں جو موتمر عالم اسلامی کو مکرمہ میں منعقد فرمائی تھی اس کے مقاصد عالیہ میں یہ تھا کہ:۔

خدمت للحرمین الشریفین واھلھا وتوفیراء لوسائل الراحۃ للحجاج والزوار

ترجمہ:۔ حرمین شریفین اور وہاں کے رہنے والوں کی خدمت اور مکہ مکرمہ کے حاجیوں اور مدینہ منورہ کی زیارت کرنے والوں کیلئے ان ذرائع کا جمع کرنا جن کو آسانی ہو۔ الامام العادل ص۱۴۴ ج۱

انکار حیات انبیاء علیہم السلام کی ابتداء

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ رہا ہے۔ البتہ کسی زمانہ میں بعض افراد نے اجماع سے ہٹ کر اس کے خلاف رائے قائم کرلی جیساکہ فرقہ کرامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اقدس میں رسول تو ہیں مگر مرسل نہیں ہیں اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آپؐ اگرچہ کار رسالت (ابلاغ احکام الٰہی) سے فارغ ہوچکے ہیں مگر اب بھی روضۂ اقدس میں رسول اور مرسل ہیں (التبصیر ص۱۰۳)

بعد میں ابن تیمیہ نے ذرا کھلے الفاظ میں اس عقیدہ کو یوں ظاہر کر دیا ہے کہ :-

لوگوں کو قبر اقدس کی زیارت کے لئے جانے سے منع کر دیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ توحید کی اشاعت کر رہے ہیں جیسا کہ علامہ خفاجی نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا :-

فتوهم انه حمی جانب التوحید بخرافات لاینبغی ذکرها لانها لاتصدر عن عاقل (جلد ۳ ص۵۶۶)

ترجمہ :- ابن تیمیہ نے گمان کر لیا کہ وہ لوگوں کو روضۂ اقدس کی زیارت سے روک کر توحید کا تحفظ کر رہے ہیں اس لئے ایسی بات کہہ گئے جو کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا۔

آخر ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ سے پہلے بھی ہزاروں ائمہ علماء اور صلحاء گذرے ہیں جو اسی شرف سے سعادت حاصل کرتے رہے مجتہد مطلق ابن ہمام شارح ہدایہ نے کیا خوب فرمایا۔ جس کو محدث عصر علامہ انور شاہ رح نے اپنے الفاظ میں یوں ادا فرمایا :-

ان زیارة قبره صلی الله علیه و سلم مستحبة و قریب من الواجب و لعله قال قریب من الواجب نظر الی هذا النزاع و هذا هو الحق عندی

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت مستحب بلکہ واجب کے قریب ہے۔ ابن ہمام نے یہ بات اس نزاع پر نظر کرتے ہوئے کہی اور زیارت روضۂ اقدس کا واجب

فان آلاف الالوف من السلف کانوا یشدون رحالهم لزیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویزعمونہا من اعظم القربات۔

ہونا میرے نزدیک حق ہے۔ کیوں کہ لاکھوں علماء سلف بارادہ سفر کرکے اس برکت سے شرف اندوز ہوتے رہے ہیں۔

(فیض الباری ج ۲ ص ۴۳۳)

موت کی حقیقت

سب سے بڑی غلطی جو اس عقیدہ کے لئے خطرہ کا باعث ہوئی ہے وہ موت کی حقیقت نہ سمجھانا ہے ظاہر بین یہ سمجھ رہے ہیں کہ موت فنا کا نام ہے ایک اچھا بھلا انسان مرکر مٹی ہو جاتا ہے اور وہ جسم کے فنا ہونے کی وجہ سے لاشے بن جاتا ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ مومن ہو یا کافر موت کے بعد وہ فنا ہے یعنی اب وہ جماد اور مٹی اور راکھ ہے حالاں کہ یہ بات از روئے قرآن و حدیث بالکل غلط ہے۔

موت تو خداوند کریم کا ایک حکم ہے اور اس حکم کا اثر ہے جو اس کی طرف سے اسی طرح ایک جسم پر واقع ہوا جس طرح کہ زندگی اور حیات کا حکم واقع ہوا موت اور حیات دو مستقل حقیقتیں ہیں قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ (الملک)

ترجمہ:۔ اللہ کریم نے موت اور حیات کو پیدا فرمایا اس لئے فقہ حنفی میں موت کے متعلق فرمایا۔

والموت صفته وجودیة خلقت ضد الحیوة (درمختار)

ترجمہ:۔ یعنی موت بھی ایک وجودی صفت ہے جو ایک دوسرے جہاں

کے لئے اس انسان کو منتقل کر دیتی ہے جیسا کہ موت کے لئے عرف میں انتقال کا کلمہ بولا جاتا ہے۔

اس لئے موت کے وقت انسان معدوم نہیں ہوتا بلکہ وہ باشعور اور ادراک سمجھ بوجھ والا ہوتا ہے اگرچہ موت کی گبھراہٹ پر اکثر انسان پریشان ہوتے ہیں مگر وہ انسان موت کے آنے کو محسوس کرتا ہے وہ موت کا اثر اس طرح نہیں ہوتا کہ موت اس کو معدوم کر دے بلکہ موت کے اثر کے بعد بھی، وہ ایک قسم کی زندگی میں ہے علیحدہ قرآن کریم نے فرمایا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴿آلِ عمران﴾

ترجمہ:- ہر جی موت کو چکھنے والا ہے، یعنی موت کا چکھنا یہ انسان کا فعل ہے بہر کیف یہ نظریہ اور عقیدہ تو کافرانہ ہے کہ موت کے بعد زندگی کا خاتمہ ہے۔ اور موت کے وقوع پر بے حس اور بے جان بدن جو کہ بعد میں راکھ اور مٹی کا ڈھیر ہو جاتا ہے اس بدن کو زندہ کہنا تو دیوانوں کی بات اور مجذوب کی بڑھ ہے قرآن کریم نے کفار مکہ کا یہ اعتراض بیان فرما کر اس کو دلائل کے ساتھ رد فرمایا۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا
قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ
فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ
فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ
مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿بنی اسرائیل ۵۱،۴۹﴾

ترجمہ:- اور کہتے ہیں کہ جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور چورا کیا ہم پھر اٹھیں گے نئے بن کر تو کہہ تم ہو جاؤ پتھر یا لوہا یا کوئی خلقت جو مشکل لگے تمہارے جی میں پھر اب کہیں گے کون الٹے گا ہم کو کہہ جس نے بنایا تم کو پہلی بار پھر اب مٹکا دیں گے تیری

طرف اپنے سر اور کہیں گے کب ہے۔ کہہ شاید نزدیک ہی ہو گا۔

قد علمنا ما تنقص الارض منهم و عندنا كتاب حفيظ (ق:۴)

ترجمہ:۔ ہم کو معلوم ہے جو گھٹاتی ہے زمین ان میں سے ہمارے پاس لکھا ہے جس میں سب یاد ہے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيْ أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ن الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَاراً فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ (یٰسین ۸۰، ۷۸)

ترجمہ:۔ اور اٹھاتا ہے ہم پر کہاوت اور بھول گیا اپنی پیدائش کہنے لگا کون جلاوے گا ہڈیاں جب وہ کھر کھریاں ہو گئیں تو کہہ ان کو جلاوے گا جس نے پہلی مرتبہ ان کو بنایا اور وہ سب کو بنانا جانتا ہے جس نے بنا دی تم کو سبز درخت سے آگ پھر اب تم اسی سے سلگاتے ہو۔

مندرجہ بالا آیات ان آیات قرآنیہ کا ایک حصہ ہیں جو حیات بعد از موت کے بارے میں آئی ہیں ان سے جو معلوم ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

ا۔ کفار نے اس بات کو تعجب خیز سمجھا کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے۔

ب۔ قرآن کریم نے اس بات کو ثابت فرمایا اور ان کے اعتراضات کا جواب بھی دیا۔

ج۔ قرآن کریم نے جسم کے گلنے سڑنے کے باوجود حیات کے باقی رہنے کو ثابت کیا ہے اس کی کئی مثالیں دیں جن میں سے ایک اوپر گذری کہ وہ سبز پودہ جس کی تربیت پانی سے ہوتی ہے جس پانی کا خاصہ یہ ہے کہ وہ آگ

کو بجھادے مگر اسی پانی کے ساتھ اگنے اور پلنے والا پودہ سرسبز درخت اندر آگ کو رکھے ہوئے ہے وہی پودہ آگ کو قبول کرتا ہے اسی طرح گلاسڑا جسم جو بظاہر مردہ اور بے جان معلوم ہوتا ہے دراصل اپنے اندر حیات اور زندگی کو لئے ہوئے ہے۔

حیات قبر، قرآن حدیث کی روشنی میں

مندرجہ آیات شریفہ کا تعلق ہے حیات قبر سے جن میں مطیع اور فرمانبرداروں کی بہترین کیفیت اور فرمانوں کی بدترین حالت کا بیان ہے ارشادات خداوندی ہیں کہ :-

۱۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا ٥ فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (بقرہ ۲۸)

ترجمہ :- تم کس طرح کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے حالاں کہ تم بے جان تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو زندہ کیا پھر وہ تم کو مارے گا۔ پھر تم کو زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔

زندگی کے بعد موت کا ذکر اور اس موت کے بعد پھر زندگی اور پھر اس زندگی کے بعد خداوند تعالیٰ کی طرف لوٹائے جانے کا فرمایا ظاہر ہے کہ یہ لوٹایا جانا تو حشر کو ہوگا اس سے پہلے اور موت کے بعد جو حیات ہے یہی تو حیات قبر ہے۔

۲۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ ۱۲۴)

ترجمہ :- اور جس نے میری نصیحت سے منہ موڑا اس کے لئے زندگی تنگ کردی جائے گی اور اس کو ہم قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ :-

فرمایا اس تنگ زندگی سے مراد قبر کی زندگی ہے۔ اس قول کو شاہ ولی اللہؒ نے فتح الخبیر میں اور علامہ قرطبی نے تذکرہ میں بیان فرمایا ہے۔ یہ تشریح بہت ہی بہتر ہے اب اس سے اعتراضات وارد نہ ہوں گے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر وہ لوگ جو اطاعت خداوند کریم سے سرتابی کرتے ہیں ان کی یہ دنیاوی زندگی بہتر ہے تو اس کے لئے جوابات دینے پڑتے ہیں۔ مگر جب معیشۃ ضنکا سے مراد قبر کی زندگی لی جائے تو اب کوئی سوال وارد نہ ہوگا قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ ہم اس نافرمان کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے صاف بتا رہا ہے کہ اس کی یہ سزا قیامت سے پہلے ہے۔

ابن القیم نے اپنی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ یہ آیت بھی علماء سلف کے ہاں عذاب قبر کی ایک دلیل ہے اور احادیث تو متواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں (تفسیر ابن القیم مطبوعہ مصر)

۳- وَاِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ (الحج ع۱)

ترجمہ :- اور بے شک اللہ زندہ کرے گا ان کو جو قبروں میں ہیں۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کے بعد یوں تلقین کرنے کا فرمایا کہ :-

"اے فلاں فلاں کے بیٹے اپنے اس دین کو یاد کر جس پر تو تھا اور وہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ اور

حضرت محمد اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) اور جنت حق ہے دوزخ حق ہے اور موت کے بعد اٹھایا جانا حق ہے۔ اور قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ کریم قبروں والوں کو اٹھاتے ہیں" شامی جلد ا صد ۱۲۹ مندرجہ بالا عبارت علامہ شامی کی ہے جس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

ا۔ دفن کے بعد یہ سمجھنا کہ اب اس کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں غلطی ہے ورنہ اس کو خطاب کرنا تلقین اور تعلیم دینا یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

ب۔ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت شریفہ سے حسب درایت و روایت علامہ شامی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی زندگی مراد لی ہے۔

ہ۔ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ۝ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (ابراھیم) ۲۷

ترجمہ:۔ ثابت قدم رکھے گا اللہ تعالےٰ ایمان والوں کو ثابت قول کے ساتھ اس دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے سوال و جواب کی ساری کیفیت بیان فرماتے ہوئے مومن کی کامیابی پر مندرجہ بالا آیت کو پیش فرمایا کہ مومن کو دنیا اور قیامت میں خداوند کریم اسی قول ثابت (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کی برکت سے ثابت قدم رکھیں گے یہ روایت عامر بن فرات نے امام ابوحنیفہ سے بھی روایت فرمائی ہے جس کے متعلق محدث حارثی نے فرمایا ہے وہو اصح الاسانید۔ محدث ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس روایت کو مفصل نقل فرمایا ہے امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ کہ جناب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان المسلم اذا سئل فی قبرہ یشھد ان لا الٰہ الا اللہ
و ان محمداً رسول اللہ فذالک قولہ یُثَبِّتُ اللہُ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (الجواہر المنیفہ ج ا ص ۳۹)

ترجمہ:۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمان قبر میں سوال کے وقت خداوند تعالےٰ کی وحدانیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی شہادت دیتا ہے یہی مراد خداوند تعالےٰ کے اس ارشاد کی ہے کہ اللہ تعالےٰ مومنوں کو پائیدار قول کی وجہ سے ثابت قدم رکھتا ہے۔

۵۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ
لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (العنکبوت ۶۴)

ترجمہ:۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشہ ہی ہے در حقیقت آخرت کا گھر ہی زندگی ہے کاش وہ سمجھتے۔

مندرجہ بالا آیہ کریمہ میں دنیاوی زندگی کو تو صرف کھیل تماشہ قرار دیا۔ اور آخری گھر کی زندگی ہی کو صحیح زندگی قرار دیا اگر موت پر قصہ ختم ہو جاتا تو اس دوسرے دور کو بڑی تاکید کے ساتھ زندگی قرار دینے کا کیا مطلب تھا؟

۶۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ
الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ

(سورۃ التکاثر)

ترجمہ:۔ مال وزر کی کثرت سے محبت تم کو غافل کرتی ہے یہاں تک تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو یاد رکھو تم جلدی (قبر میں) جان لوگے اور پھر تم کو

قیامت میں معلوم ہو جائے گا (کہ تمہاری یہ غفلت غلطی تھی) ایسا نہیں چاہیئے کاش تم یقینی طور پر جانتے البتہ تم ضرور دیکھو گے دوزخ کو (قبر میں) پھر تم اسے ضرور یقینی طور پر دیکھو گے پھر اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

سورت تکاثر سے بالکل عذاب قبر اور نعیم قبر واضح ہے اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ :۔

"جب سورت تکاثر نازل ہوئی تو عذاب قبر کے متعلق ہمیں پورا یقینی علم حاصل ہو گیا اور سب شکوک رفع ہو گئے"

"رواہ الترمذی" "مجمع الفوائد جلد اول صـ۱۳۹"

۷۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا (الفرقان ع۱۴)

ترجمہ :۔ اس دن بہشتیوں کا ٹھکانا بہتر ہو گا اور دوپہر کی آرام گاہ بھی عمدہ ہو گی۔

اس آیہ شریفہ میں بھی جنتیوں کی قبر والی زندگی کو بیان فرمایا اس کے لئے جنت میں نیند نہیں جیسا کہ فرمایا :۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا اى نومًا۔

ترجمہ :۔ تو اس نیند سے مراد قبر کی نیند ہے جو نیک لوگوں کو عطا ہو گی۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نیک انسان کو فرشتے فرماتے ہیں کہ تو دلہن کی طرح آرام اور بے فکری کے ساتھ سو جا۔

۸۔ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ (الانفطار ۱۶)

ترجمہ :۔ اور وہ کافر اس دوزخ سے غائب نہیں ہوں گے۔

یعنی جنت اور دوزخ میں پورے طور سے داخلہ تو یوم الدین (قیامت) کو ہو گا مگر اس سے پہلے بھی (قبر میں) یہ لوگ جہنم سے پوشیدہ نہ ہوں گے بلکہ

جیسے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

"قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے اور یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتا ہے۔"

۹۔ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمُ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (الانعام ۹۳)

ترجمہ :- اور اگر تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے ہاتھ بڑھانے والے ہوں گے کہ اپنی جانوں کو نکالو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

۱۰۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ (توبۃ)

ترجمہ :- ہم ان منافقوں کو جلدی دو دفعہ عذاب دیں گے اور پھر بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ (المومن ۴۵)

ترجمہ :- اور آپڑا فرعونیوں پر سخت عذاب

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (مومن ۴۶)

ترجمہ :- اور وہ صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت ہوگی حکم ہوگا کہ فرعونیوں کو سخت عذاب میں لے جاؤ۔

مندرجہ بالا تینوں آیات سے امام بخاری نے حیات قبر پر استدلال فرمایا ہے حضرت قتادہ اور ربیع بن انس نے فرمایا ہے کہ ان دو عذابوں سے مراد پہلا تو دنیا کا عذاب ہے اور دوسرا قبر کا عذاب ہے

۱۲۔ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَى (الم السجدہ)

ترجمہ:۔ اور ان کو ہم ضرور قریبی عذاب چکھائیں گے مفسر القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ یہ قریبی عذاب قبر ہی کا عذاب ہے۔

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ۔ النباء (۳)

ترجمہ:۔ یہ یقینی بات ہے کہ وہ جلدی جان لیں گے پھر یقینی بات ہے۔ کہ وہ جان لیں گے۔

پہلی دفعہ جاننے سے مراد قبر کا جاننا ہے اور دوسری بار جاننے سے مراد قیامت میں جاننا ہے

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ۔ الانعام ۹۸

ترجمہ:۔ مفسر القرآن حضرت شاہ عبد القادرؒ نے فرمایا ہے کہ "بندہ اوّل سپرد ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں کہ آہستہ آہستہ دنیا کے اثر پیدا کرے پھر آکر ٹھہرتا ہے دنیا میں پھر سپرد ہوگا قبر میں کہ آہستہ آہستہ اثر آخرت کے پیدا کرے پھر جا کر ٹھہرے گا جنت میں یا دوزخ میں۔

(موضح القرآن)

قرآن کریم میں ہے کہ موت کے بعد فوراً بعد دوسری زندگی شروع ہو جاتی ہے اور اس وقت اس کا تعلق اسی بدن سے ہوتا ہے جس سے انسان کی زندگی کا تعلق ہے فرمایا ہے۔

۱۳۔ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَٰكِنْ لَا تُبْصِرُونَ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَأَمَّا

اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ ۵ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ ۵ وَ اَمَّا اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ وَ اَمَّا اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّتَصْلِیَۃُ جَحِیْمٍ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ ۔ (الواقعہ)

ترجمہ :۔ پھر کیوں نہیں جس وقت جان حلق کو پہنچے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو اور ان کے پاس ہیں تم سے زیادہ قریب ہم پر تم نہیں دیکھتے پھر کیوں نہیں اگر تم نہیں کسی کے حکم کے تو کیوں نہیں پھیر لیتے ۔ اس روح کو اگر ہو تم سچے ، سو گر وہ مردہ ہوا مقرب لوگوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ ہے نعمت کا اور اگر وہ ہوا دہنے والوں سے تو سلامتی پہنچے تم کو دہنے والوں سے ۔ اور جو ہوا وہ جھٹلانے والوں بھکنے والوں میں سے تو مہمانی ہے جلتا پانی اور ڈالنا آگ میں بے شک یہی بات ہے ۔ لائق یقین کے سو بول پاکی اپنے رب کے نام سے جو سب سے بڑا ہے ۔

مندرجہ بالا آیہ شریفہ کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا ہے ۔
" یعنی تم ایک منٹ کے لئے نہیں روک سکتے اس کو اپنے ٹھکانے پر پہنچانا ضروری ہے اگر وہ مردہ مقربین میں سے ہوگا تو اعلیٰ درجہ کی روحانی و جسمانی راحت و عیش کے سامانوں میں پہنچ جائے گا

۱۴ - ءَ اِذَا مِتْنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ۔ الصافات ۵۳

آیا جب کہ ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے ۔ اور ہڈیاں ،

وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (ھود ع۱)

کیا ہم لوٹاتے جائیں گے، جبکہ آپ ان سے کہتے ہیں کہ تم کو موت کے بعد اٹھایا جائیگا تو کافر کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہوگا

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (النحل ع۵)

وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ مرنے والے کو اللہ تعالےٰ نہ اٹھائے گا ہاں ضرور اٹھائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہو کر رہے گا مگر اکثر لوگ اب نہیں جانتے۔

مگر قرآن کریم نے صاف فرمایا کہ یہ بات ضروری ہو کر رہے گی۔ تم اس کو جادو نہ سمجھو بلکہ یہ حقیقت ہے مومن تو اس کو جانتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

کافر لوگ موت کے وقت یہ خواہش کریں کہ ہم اگر پھر لوٹائے جائیں تو نیک ہو جائیں صدقہ کریں۔ مگر وہ اب اس دنیا میں واپس نہ لوٹائے جائیں گے وہ عذاب میں ہوں گے مگر تم اس کے عذاب کا انکار نہ کرو کہ وہ نظر نہیں آتا بلکہ وہ تمہاری مادی نظروں سے اوجھل ہیں۔ فرمایا:۔

۱۵- حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّاۤ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (المومنون ۱۰)

یہاں تک کہ جب آ پہنچی ان میں سے کسی کو موت تو اس نے کہا اے میرے رب مجھ کو لوٹا دے (دنیا میں) تاکہ عمل کروں اچھا اس مال میں جس کو چھوڑ آیا اللہ تعالےٰ فرماویں گے ہرگز نہیں، یہ ایک بات ہے جس کو وہ

کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک پردہ ہے قیامت کے دن تک۔

۴۶۔ وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِکَ

امام اعظم کے صاحبزادہ حماد نے حیات قبر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ عذاب قبر حق ہے اس پر آپ نے دلیل دیتے ہوئے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ اس عذاب سے مراد قبر کا عذاب ہے۔ (تمہید)

لفظ برزخ کی اجمالی تحقیق

برزخ عربی لفظ ہے جس کے معنیٰ پردہ رکاوٹ ہے یعنی اب وہ اس مطلوبہ زندگی کی طرف نہ لوٹائیں جائیں گے تاکہ وہ یہاں آکر جو چاہیں کر سکیں۔ اسی لئے اس قبر کی زندگی کو برزخی زندگی فرمایا۔ جیسا کہ علم عقائد کی کتاب شرح عقائد کی شرح نبراس میں ہے۔

واعلم انه لما كان احوال القبر مما هو متوسط بين امر الدنيا والاخرة تسمى احوال البرزخ ص۲۲۳

اس لئے اب موت کے واقع ہونے کے بعد میت کو راحت ملے گی یا سزا ملے گی۔ جو تم کو نظر نہ آئے گی مگر تم ان پر ایمان رکھنا یہ مت سمجھنا کہ مر کر ختم ہو گئے۔

برزخ کا لفظ قرآن کریم میں رکاوٹ کے معنوں میں آیا ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَهُمَا۔ دو دریا چلائے وہ دونوں آپس میں۔

بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ

(الرحمٰن ۱۹-۲۰)

ہوئے ہیں مگر ان دونوں میں ایک رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر غالب نہیں آ سکتے۔

دو دریا ساتھ چل رہے اور آپس میں ملے ہوتے جارہے ہیں مگر پھر بھی ان کے درمیان اللہ تعالےٰ نے رکاوٹ پیدا فرمادی ہے کہ وہ آپس میں نہیں بلکہ بالکل علیحدہ علیحدہ بہتے چلے جارہے ہیں اسی طرح قبر کا جہان اور اس کی زندگی اس جہاں اور اس کی اس جہان کے بالکل متصل اور ملی جلی ہے مگر اللہ تعالےٰ نے اس جہاں میں ایک پردہ اور آڑ بنائی ہے کہ اس جہاں والوں کو وہ زندگی نظر نہیں آ سکتی مگر جس کو اللہ تعالےٰ چاہے دکھا دیتا ہے جیسا کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اور اب بھی امت کے نیک اور صالح بزرگ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ عام لوگوں کو وہ زندگی اس لئے نظر نہیں آتی کہ ایمان بالغیب باقی رہے اگر سب کو نظر آجائے تو پھر ہر ایک اس بات پر ایمان لے آتے اس میں مومن کی نیکی اور ثواب اور کافر، منکر کا عذاب باقی نہ رہے ایمان کا کمال تو اس میں ہے کہ جو نظر نہیں آتا مگر خداوند قدوس اور اس کے رسول علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس لئے اس پر ایمان لانا ہی دین ہے قرآن ان ہی کے لئے ہدایت ہے۔

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (ترجمہ) قرآن ہدایت ہے۔ ان کے لئے جو ایمان لاتے ہیں غیب پر۔

یہ تو کافر کہا کرتے ہیں کہ مر کر دوبارہ زندگی کیسے مل جائے گی۔ قرآن کریم نے فرمایا:-

وَقَالُوْٓا ءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔

(السجدہ ع۱۰)

اور وہ کافر کہتے ہیں کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے، کیا دوبارہ ہم زندہ کئے جائیں گے۔

تم ایک بات کو اپنے علم اور تجربہ کی بنا پر غلط سمجھو گے اور مشکل سمجھو گے۔
مگر اس بات پر یقین رکھو کہ یہ درست ہے مثلاً انسانی علم اور تجربے میں آگ کا پانی
میں ہونا محال ہے پانی تو آگ کو بجھاتا ہے مگر قوم نوح (علیہ السلام) اس عالم گیر
طوفان میں غرق ہوئی تم نے ان کو پانی میں سمجھا مگر میرا فیصلہ تو یہ ہوا کہ اسی پانی میں
آگ جلا دی اور وہ اب بھی جل رہے ہیں قیامت تک جلتے رہیں گے۔ فرمایا:۔

مِمَّا خَطِيٓـٰتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا (نوح ۲۵)
اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے وہ غرق کر دیئے گئے اور پھر آگ میں داخل کر دیئے گئے۔

پانی میں غرق کیے جانے کے بعد ان کو آگ میں داخل کر دیا گیا۔ فرعون
اور فرعونیوں کے متعلق پہلے گذر چکا کہ وہ غرق ہونے کے بعد صبح و شام جہنم
کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ تو ایک طرف خداوند قدوس کا حکم اور ارشاد
ہے اور دوسری طرف سے بندے کا تجربہ! مسلمان کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
کی بات پر سچے دل سے ایمان لائے یہ تو کافروں کا کام ہے۔ کہ جس بات
کی حقیقت نہ سمجھ سکے اس کو جھٹلا دیا جیسا کہ فرمایا:۔

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ (یونس ۳۹)
جھٹلایا ان کافروں نے اس بات کو جس کی حقیقت سمجھنے پر قابو نہ پا سکے۔

خلاصہ یہ کہ عالم برزخ کوئی ہوائی جہان نہیں بلکہ اسی جہان کا نام ہے
جیسا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

ان اھل القبور یعذبون فی قبورھم عذابا تسمعہ البھائم۔ (بخاری و مسلم)

گنہگار اور کافر انسانوں کو ان کی قبروں جہاں ان کی مٹی یا راکھ یا بدن

رکھے ہوتے ہیں جو عذاب دیا جاتا ہے اس عذاب کو یہ چارپائے بھی سنتے اور دیکھتے ہیں۔ اب یہ چارپائے تو اسی جہاں میں ہیں یا ہوائی جہاں میں ہیں۔

مقام حیرت ہے کہ منکرین حیات نے کئی احادیث کی مخالفت کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا کہ :-

المراد ممن یلیہ الملائکۃ من یتعلق بذلک العالم والبہائم وحشرات الارض :

یعنی قبر کے عذاب کو فرشتے اور وہ چارپائے سنتے ہیں جو اس جہان کے ہیں۔ یہ زمین کے چارپائے وغیرہ نہیں سنتے۔ انا للہ

یہ معنیٰ نہ تو بدرالدین عینی نے سمجھا نہ ابن حجر عسقلانی نے سمجھا اور نہ آج تک کسی محدث۔ مفسر، فقیہ نے سمجھا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ :-

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر چند قبور پر ہوا آپ خچر پر سوار تھے ان کے عذاب کو دیکھ کر خچر بدک پڑا۔ الحدیث کیا آپ کا خچر اس جہاں میں تھا یا اس جہاں میں۔ کیا اس تاویل بلکہ تحریف سے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ پر بھی اعتراض نہیں ہوتا۔ (استغفراللہ منہ)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " موت کے بعد جب میت کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ تو اگر وہ نیک ہے تو کہتا ہے جلدی لے چلو اگر وہ برا ہے تو کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ اور اس آواز کو سب مخلوق سنتی ہے سوائے جن و انسان کے۔ (الحدیث)

اب یہ جن انسان تو اسی دنیا میں ہیں۔ ابھی تو وہ انسان قبر میں نہیں پہنچا۔

معلوم ہوا کہ یہ برزخ کا جہان ہی ہے صرف زندہ انسانوں کو نظر نہیں آتا۔

عقیدہ حیات قبر کا ذکر!

احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں

احادیث نبویہ میں اس کثرت سے حیات قبر کا ذکر ہے کہ ان کا شمار مشکل ہے۔
چند حدیثیں درج ہیں۔

۱۔ عن ام المومنین عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا قالت سالت النبیّ صلی اللہ علیہ و سلم عن عذاب القبر قال نعم عذاب القبر حق (بخاری و مسلم)

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور قبر کا عذاب حق ہے ؛

۲۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم انہٗ کان یعلمھم ھذا الدعا کما یعلمھم السورۃ من القرآن اللھم انی اعوذ بک من عذاب جہنم و اعوذ بک من عذاب القبر و اعوذ بک من فتنۃ المحیاو والممات و اعوذ من فتنۃ المسیح الدجال۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ ابن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ دعا اتنی تاکید سے سکھایا کرتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورۃ سکھایا کرتے تھے اور وہ یہ ہے اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔ قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں دجال کے فتنوں سے۔

۳۔ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اھل القبور یعذبون فی قبورھم عذابا تسمعہ البھائم +

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:۔
جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قبر والے (مجرموں کو) ایسا عذاب دیا جاتا ہے کہ اس عذاب کو چارپاتے تک سنتے ہیں اور اسی حیات قبر کے متعلق مندرجہ ذیل صحابہ سے بھی روایت ہے۔

وفی الباب عن ابی سعید الخدری رواہ الامام احمد والبو یعلی والاجری وعن ابی ھریرۃ رواہ ابو یعلی والاجری وعن انس رواہ مسلم وعن ابی ایوب انصاری رواہ الشیخان وعن ابن عباس اخرجاہ وعن ابی بکر الصدیق رواہ ابن ماجہ وفیہ ایضا عن ابن عمر و عبدالرحمن بن حسنۃ وابی عمامۃ و میمونۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و یعلی ابن سبلبۃ ویعلی ابن قرۃ وام بشیر وابن مسعود وغیرھم رضی اللہ عنھم اجمعین (لوامع الانوار البہیۃ ص ۱۳)

ابوسعید خدری ، ابوہریرہؓ ، انسؓ ایوبؓ انصاری ، ابن عباسؓ ، ابوبکر صدیقؓ ، ابن عمرؓ ، عبدالرحمٰن ، میمونہ ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ۔

۴ ۔ عن البراء بن عازب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یاتیہ ملکان فیجلسانہٗ فیقولان لہ من ربک فیقول ربي الله فیقولان لہٗ ما دینك فیقول دینی الاسلام فیقولان لہٗ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھو رسول اللہ فیقولان و ما یدریك فیقول قرأت کتاب اللہ فامنت بہٖ و صدقت فذالك قولہ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت الآیۃ فینادی منادٍ من السماء ان صدق عبدی فافرشوہ من الجنتہ والبسوہ فی الجنتہ وافتحوا بابا الی الجنتہ فیفتح لہ قال فیاتیہ من روحھا وطیبھا و یفسح لہ فیھا مد بصرہ واما الکافر فذکر موتہٖ قال و یعاد روحہٖ فی جسدہ و یاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان من ربك فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فیقولان لہٗ ما دینك فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فیقولان ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فینادی مناد من السماء ان کذب فافرشوہ من النار والبسوہ من النار وافتحوا لہ بابا الی النار قال فیاتیہٖ من حرھا و سمومھا قال و یضیق علیہ قبرہٗ حتی تختلف فیہٖ اضلاعہ ثم یقیض لہٗ اعمیٰ اصم معہٗ مرزبنۃٌ من

حدید لو ضرب بها جبل لصار ترابا فیضربہ بها ضربۃً فیصیح صیحۃ یسمعها ما بین المشرق والمغرب الا الثقلین فیصیر ترابا ثم یعاد فیہ الروح)

(رواہ احمد وابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان میت کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں۔ اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے۔؟ وہ کہتا ہے اللہ ہے پھر اس سے سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اسلام پھر اس سے پوچھتے ہیں یہ کون مرد ہے جو تم میں بھیجا گیا۔ وہ کہتا ہے۔ یہ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے اس سے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا۔ وہ کہتا ہے میں نے قرآن میں پڑھا اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ سمجھا اسی میں ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اس کا اوڑھنا بچھونا جنت سے کر دو اور جنت کی طرف اس کے لیئے دروازہ کھول دو آپ نے فرمایا کہ پھر اس میت کے پاس وہاں کی خوشبو اور ہوا آتی ہے۔ اور اس کی نظر تک قبر وسیع کر دی جاتی ہے۔ مگر کافر کے جسم میں روح لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں تو نہیں جانتا پھر اس سے پوچھتے ہیں یہ کون ہے جو تم میں بھیجا گیا وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تو آسمان سے آواز دینے والا کہتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا اس کا اوڑھنا بچھونا آگ سے بنا دو اور آگ کی طرف سے دروازہ کھول دو آپ نے فرمایا پھر اس کے پاس آگ کی گرمی آتی ہے اور اس پر قبر اس حد تک تنگ

کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں پھنس جاتی ہیں پھر اس پر ایک اندھے اور بہرے فرشتے کو مقرر کیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے اور اس کو مارتا ہے جس پر وہ اس قدر چیختا ہے کہ سوائے جن و البشر کے سب مشرق و مغرب کی مخلوق سن لیتی ہے پھر وہ مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

۵۔ وعن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل المیت فی القبر مثلت لہ الشمس عند غروبھا فیجلس و یمسح عینیہ و یقول دعونی اصلی۔ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ :۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میّت قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے سامنے سورج غروب ہونے کا وقت آجاتا ہے تو وہ قبر میں بیٹھ جاتا ہے اور اپنی انکھیں مَلتا ہے جیسا کہ نیند سے جاگنے والوں کی عادت ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے مہلت دو تاکہ میں نماز عصر ادا کروں"۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما فتنۃ القبر فبی تفتنون و عنی تسألون (کتاب السنۃ ص)

ترجمہ :۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر کا امتحان تو میرے ہی بارے میں ہے تم سے میرے ہی متعلق سوال کیا جائے گا۔

نوٹ :۔ یہ کتاب سلطان عبدالعزیز کے ذاتی خرچ سے طبع ہوئی ہے۔

مندرجہ احادیث میں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ فرشتے میت کو بٹھاتے ہیں اس کے جسم میں روح لوٹایا دیا جاتا ہے وہ اپنی انکھیں ملتا ہے تو گویا یہ سب باتیں روح سے ہو رہی ہیں نہ کہ جسم سے ہوتی ہیں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ جسم میں روح لوٹایا جاتا ہے اور وہ جسمانی آنکھوں

سے دیکھتا ہے اور یہی مسلک حقہ اہل سنت والجماعۃ کا ہے اس لئے امام بخاریؒ نے مستقل باب بیان فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ رکھا ہے۔

باب ان المیت لیسمعُ خفق نعالھم

اگر یہ اس قسم کی دوسری احادیث ضعیف اور موضوع ہوتیں تو امام بخاری جیسے امام حدیث ان کو درج نہ فرماتے اگر آج کے بعض نئے محدث ایسی روایات کو موضوع کہہ دیں، توان کا کیا اعتبار ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ میت کو قبر اتنا دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں پھنس جاتی ہیں۔

امام احمد اور ابوداؤد کی روایت میں صاف موجود ہے:۔ ثم یعاد فیہ الرُّوح ۔ ترجمہ:۔ پھر اس میں روح لوٹایا جاتا ہے۔ اسی روایت میں کہ روح اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔ و یعاد روحہٗ فی جسدہٖ اور اس کے جسم میں روح کو لوٹایا جاتا ہے فی کا حرف وہاں آتا ہے جہاں بعد والی چیز پہلی کے لئے ظرف (برتن) ہو مطلب یہ ہے کہ روح اس طرح بدن میں لوٹا جاتا ہے جس طرح برتن میں چیز ڈالی جاتی ہے۔ اگر برزخی جسم مراد ہوتا تو حضور یہ فرماتے فی جسدہ البرزخی امام جلال الدین نے فرمایا ہے۔ کہ روح کا بدن کی طرف قبر میں لوٹایا جانا سب مردوں کے لئے صحیح احادیث سے ثابت ہے (کتاب الرُّوح صفحہ ۸۵)

پھر روح ڈالنا کیوں ہے؟ اس کو بھی سن لیجئے اور یہ وجہ اہل حدیث جماعت کی مترجمہ مشکوٰۃ سے لی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ حیات بعد الموت کے قائل تمام فرقے اور جماعتیں ہیں سوائے چند لوگوں کے پھر روح ڈالی

جاتی ہے اس میں یہ شدّت عذاب کے لئے ہے اور سزا ہے اس کے منکر ہونے کی عذاب قبر سے "رحمت مہدات" صد۵

شارح مشکوٰۃ مولانا محمد ادریس سابق استاذ حدیث دیوبند حال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں کہ:۔

کافر کی روح تو ہمیشہ سب سے نچلے درجے میں قید رہتی ہے مگر مومن کی روح آسمان زمین اور جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی ہے اور عرش مجید کے نیچے لٹکتی ہوئی قندیلوں میں جاکر آرام بھی کرتی ہے مگر اس روح کا تعلق قبر میں بدن سے بھی پورا پورا ہوتا ہے۔ اسی لئے قبر میں قرآن کا پڑھنا نماز کا پڑھنا دلہن کی طرح بآرام اور باعزت سونا، جنت کے اعلیٰ مقامات کو ملاحظہ کرنا یہ سب معاملات اس انسان کے ہاں بالکل سچے سمجھے جاتے ہیں۔ جو اللہ کریم کے احکام اور اس کی قدرت پر ایمان رکھتا ہو۔

(التعلیق الصبیح جلد اوّل صد۲۲۳)

چنانچہ اہل سنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ عذابؔ اور ثواب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے نہ کہ صرف روح کو یا صرف بدن کو جیسا کہ:۔

قال النووی مذهب اهل السنة والجماعة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه دلائل الكتاب والسنة وتظاهرت به الاحاديث الصحيحة عن النبى صلى الله وسلم من روايته جماعته من الصحابته فى مواطن كثيرة ولا يمنع فى العقل ان يعيد الله تعالى الحيوة فى جزء من الجسد و يعذبه واذا لم يمنعه العقل به وجب قبوله واعتقاده و قد ذكر مسلم والبخارى وابحاب

السنن احادیث کثیرة فی اثبات عذاب القبر بالجملۃ مذہب اہل السنۃ اثبات عذاب - القبر خلافاً للخوارج و معظم المعتزلة و و بعض المرجئة فانھم نفوا ذلک -

(انجاح الحاجۃ علی ابن ماجہ شیخ عبد الغنی المجددی الدہلوی)

ترجمہ :- امام نووی نے فرمایا ہے - کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب عذاب قبر کے متعلق جو ہے اس پر قرآن کریم اور صحابہ کرام کی پوری جماعت سے کئی جگہ احادیث کے دلائل موجود ہیں اور عقلاً بھی یہ بات غلط نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے بدن کے کسی حصّہ میں زندگی لوٹا دے - جب شرعاً اور عقلاً یہ بات درست ہے تو اب اس کا قبول کرنا اور اس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے - بخاری مسلم اور دوسرے محدثین حضرات نے عذاب قبر کے ثبوت میں بہت احادیث ذکر فرمائی ہیں - خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعۃ کا یہی مذہب ہے - البتہ خارجی اور معتزلہ کے اکثر لوگ اور بعض مرجبہ اس کے منکر ہیں -

(انجاح الحاجۃ از شیخ عبد الغنی مجددی)

حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ :-

ثم السوال عندی یکون بالجسد مع الروح کما اشار الیہ صاحب الھدایۃ ؞ (فیض الباری جلد اوّل صفحہ ۱۸۲)

ترجمہ :- میرے ہاں میّت سے سوال جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ کے ہاں ہے -

حضرت شاہ صاحب نے اس عقیدہ کو اپنے فارسی کلام میں فرمایا ہے جو نہایت ہی جامع اور مدلّل ہے اُوپر دی گئی مثال کو شاہ صاحب نے بھی ذکر فرمایا نظم پوری رسالہ دارالعلوم دیوبند کے نومبر ۵ ء کے پرچے میں بھی شائع ہوئی ہے -

اس کا عنوان ہے "عالم برزخ و تشکل اعمال"
فرماتے ہیں :-

ظاہر و باطن اندراں ہمچو نواۃ و نخل داں ،
نے بعد او یک زدو جنب بجنب دو بدو
رشتہ ایں جہاں بتن جامۂ آں جہاں بتن
رشتہ برشتہ نخ بنخ تار بتار پو بپو
ہست جزا ہمو عمل سم کہ خورد شود مرض ،
بیخ و شجر ہموں ہموں تخم و ثمر چنو چنو !
قبر کہ بود اور سے سوئے جہاں دیگر بے
غیب شود شہود از و دیدہ بدیدہ روبرو
منکشف آں جہاں شود گرچہ دریں جہاں بود
زندگی دگر چنو ذرہ بذرہ مو بمو ! ،
مردن ایں طرف بود زیستن دیگر طرف
روزن باز دیدہ طبقہ بطبقہ تو بتو !

حضرت شاہ صاحب نے چند اشعار میں سارا علم کلام سارا علم عقائد بیان فرما دیا جس کا تعلق عالم برزخ سے ہے یعنی مرنے سے پہلے ہی دوسری زندگی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب نے قبر کو یا میت کو گٹھلی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو ظاہر میں بہت سخت خشک معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت اس میں پورا کھجور کا پودہ موجود ہے اس گٹھلی کو جب بویا جاتا ہے تو پودے کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ مردہ قبر سے زندہ ہو کر قیامت کو باہر نکلے گا۔

۷۔ القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفرة النیران (ترمذی، طبرانی)

علمائے عقائد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں ہے جیسا کہ کئی نیک انسانوں کی قبور میں پھول دیکھے گئے اور گنہ گاروں کی قبروں میں آگ دیکھی گئی (نبراس)

قرآن کریم میں جہاں قیامت کا ذکر ہے وہاں یہی فرمایا کہ ان ہی قبروں سے ان کو نکالا جائے گا۔ فرمایا:۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ (یٰس)

ترجمہ:۔ اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ سب کے سب اپنے رب کی طرف قبروں سے نکل کر دوڑنے لگیں گے۔

یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا (المعارج ع۲)

ترجمہ:۔ یہ اپنی قبروں سے جلدی کے ساتھ نکلیں گے۔

اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (الانفطار ع۱)

ترجمہ:۔ اور جب قبریں اکھاڑی جائیں گی۔

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ۔ والعادیات ع۹

ترجمہ:۔ کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں نکالے جائیں گے وہ جو قبروں میں ہیں۔

اور یہ قبروں سے نکلنا بھی اسی شکل و شباہت کے ساتھ ہوگا ورنہ ایک دوسرے کو پہچاننا اور ایک دوسرے سے بھاگنا کیا معنے رکھتا ہے اس لئے سب علمائے اسلام نے فرمایا ہے کہ:۔

وقد نقل الاجماع غیر واحد من العلماء من اٰخرھم الشیخ

مرعی وغیرہ عن اهل السنة ان الاجساد الدنیویة تعاد باعیانها و اعراضها۔ (لوائح الانوار البهیة صد ۱۵۲)

ترجمہ :۔ شیخ مرعی وغیرہ علماء نے اہل سُنّت کا اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن یہی دنیا کے جسم نکلیں گے اپنے رنگوں اور دوسری صفات (آواز وغیرہ) کے ساتھ، قرآن کریم میں جنّت میں کھانا ملے گا۔ پانی ملے گا، پھل ملیں گے، پرندوں کا گوشت ملے گا، تو کیا روح ان چیزوں کو کھائے گا۔ دوزخیوں کے بدن جل جائیں گے۔ ان کا ایک چمڑہ جلا تو چڑھا دیا جائے گا۔ تو یہ چمڑہ بدن ہی پر ہے نہ کہ روح پر۔

تو جب کروڑوں، اربوں سال کے بعد قبروں سے یعنی جہاں جہاں مردوں کی مٹی ریت کے ذرّات راکھ وغیرہ پڑی ہوگی ان کو اسی جگہ سے اپنی اصل شکل آواز بدن کے ساتھ اٹھایا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے تو یہ کیوں ناممکن ہے کہ قبروں میں مردہ کو زندگی دی جائے اور اس سے حساب کتاب لیا جائے اگر قبر کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں تو پھر قبروں سے مردوں کے اٹھائے جانے کا کیا مطلب، اسی لئے قرآن کریم نے قیامت اور قبر کی زندگی کے انکار کو کفر کا عقیدہ بنایا فرمایا۔

قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ
(الممتحنہ ع ۱۳)

ترجمہ :۔ یہ آخرت سے اس طرح مایوس ہیں جس طرح کافر قبروں والوں کی زندگی سے مایوس ہیں۔

علم عقائد کی مشہور کتاب عقائد نسفی جو درس نظامی میں داخل ہے اور جس پر اس زمانے کے تمام عالم اسلامی، (بخارا، ترک، شام، مدینہ، دمشق، ماوراء النہر

وغیرھا نے تصدیق کی یعنی اس کتاب میں مذکورہ عقائد جمہور اہل سُنّت کے ہیں اس میں واضح موجود ہے۔

عذاب القبر للکافرین و بعض المؤمنین و تنعیم اهل الطاعته فی القبر بما یعلمه الله تعالیٰ و یریدهٗ و سوال منکر و نکیر ثابت بالدلائل السمعیه۔

ترجمہ:۔ کافروں اور نافرمان مسلمانوں کے لئے قبر کا عذاب اور مطیع بندوں کے لئے قبر کی وہ نعمتیں جن کو اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور جو چاہے گا اسی سے منکر نکیر کے سوالات ثابت اور حق ہیں جیسا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا گیا ہے۔

نوٹ:۔ عقائد نسفی میں وہ عقائد ذکر ہیں جو اس وقت تمام عالم اسلامی بخارا ماوراء النہر ترک، شام حجاز مقدّس کے علماء کے مصدقہ ہیں (مقدمہ عقائد نسفی) اسی کی شرح شرح عقائد میں ہے:۔

وبالجملة الاحادیث فی هذه المعنی وکثیر من احوال الاخرة متواترة المعنی وان لم یبلغ احادها حد التواتر وانکر عذاب القبر بعض المعتزلهٗ؟

خلاصہ یہ ہے کہ حیات قبر اور قیامت کے بہت سے حالات کے متعلق احادیث معنی کے اعتبار سے متواتر ہیں اور بعض معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔

اور یہ عقیدہ احادیث میں جن صحابہ کرام نے جناب رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کیا ہے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامیہ یہ ہیں:۔

عمر و بن الخطاب، عثمان بن عفان، انس بن مالک براء تمیم داری

ثوبان، جابر بن عبداللہ، حذیفتہ عبادۃ بن الصامت، عبداللہ بن رواحتہ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود عمرو بن العاص، معاذ بن جبل، ابوامامۃ، ابوالدرداء ابوھریرۃ، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(نبراس شرح شرح عقائد)

اس حیات کا مطلب یہ نہیں کہ قبر میں یا اس کے باہر کوئی دوسرا ہوائی بدن بنایا جاتا ہے بلکہ اسی بدن میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

ان الاحادیث الصحیحتہ ناطقۃ بان الروح یعاد فی الجسد عند السوال۔ (نبراس صد ۳۲۲)

ترجمہ:۔ صحیح احادیث بتا رہی ہیں کہ روح جسم میں سوال کے وقت لوٹا دیا جاتا ہے۔

اگر روح بدن میں نہ ڈالا گیا تو سوال کس سے ہے اور حیات کے ساتھ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اب کھاتے پیئے دوڑے چلے بلکہ ان امور کے بغیر بھی تو حیات ہو سکتی ہے کیا ماں کے رحم میں بچہ زندہ ہوتا ہے یا نہیں پھر وہ اڑھائی سال تک بھی زندہ رہتا ہے مگر اس سے افعال اختیاریہ صادر نہیں ہوتے۔

یکون حینئذٍ حیالا جمادًا محضا ولیس الحیوۃ منحصرۃ فین یفعل الافعال الاختیاریتۃ (نبراس صد ۳۲۱)

ترجمہ: اس وقت (قبر) کے اندر وہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ مٹی پتھر وغیرہ نہیں ہوتا اور زندگی کا مطلب صرف یہی نہیں کہ وہ اختیاری کام کرے یعنی کھانے پینے چلنے پھرنے کا نام زندگی نہیں ہے۔

اسی لئے جناب حافظ قرآن والحدیث ابن حجر فرماتے ہیں کہ حدیث کے

ظاہری الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روح قبر میں انسان کے اوپر آدھے والے بدن میں داخل ہوتا ہے۔ (نبراس)

نوٹ :۔ (نوح بن مصطفیٰ حنفی) ۱۰۷۰ھ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام رسالۃ فی عود الروح الی الابدان عند السوال ہے اس میں اس عقیدہ کے سب دلائل کو جمع کر دیا ہے۔

یہ یاد رہے کہ قبر میں سوال و جواب کے لئے حیات دوبارہ عطا کی جاتی ہے اور پھر اس کے بعد نیک انسان کے لئے بدنی راحت اور برے کے لیئے بدنی سزا دی جاتی ہے اسی لئے سارے بدن کا قبر میں دوڑنا، چلنا پھرنا کھانا پینا ضروری نہیں ہے علم عقائد کی مشہور و معتبر کتاب المسامرہ میں ہے۔

(غایته ما یقتضی اعادة الحیٰوةِ الی الجزء الذی بہ یفهم الخطاب ورد الجواب والانسان قبل موته لم یکن یفهم بجمیع بدنه بل بجزء من باطن قبله (۱۱۳)

ترجمہ :۔ آخری بات یہ ہے کہ انسان کے بدن کے اس حصے میں دوبارہ زندگی آجاتی ہے۔ جس سے وہ بات سمجھ سکے اور جواب دے سکے۔ انسان موت سے پہلے بھی تو سارے بدن کے ساتھ نہ سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ تو دل کے ادراک کے ساتھ سنتا اور سمجھتا تھا۔

چنانچہ شرح عقائد کی شرح ابوالمعین میں ہے کہ :۔

"روح جسم گوشت سب کو دکھ محسوس ہوتا ہے اگر بدن مٹی ہو جائے تب بھی روح کا تعلق اسی مٹی سے ہوتا ہے اور اس میں عذاب ہوتا ہے"

اسی طرح جس انسان کو درندے کھا جاتے ہیں اس کو وہاں درندوں

کے پیٹ میں عذاب ہوتا ہے

شرح عقائد کی مشہور شرح خیالی میں ہے کہ :

" انسان کے بدن میں ہزاروں کیڑے موجود ہیں اور وہ انسانی بدن میں، دکھ، بیماری موت سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ مگر انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا " اسی لئے قبر کے اندر حیات حاصل ہونے سے انسان کو شعور اور عقل حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کی بنا پر وہ سوالات کے جوابات دیتا ہے اگر میت کو عقل و شعور حاصل نہ ہوا تو پھر یہ سوال کس سے ہے اور جواب کون دے رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت کیا قبر میں زندہ ہونے پر میرا عقل بھی میرے ساتھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں ہوگا۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ کہ پھر انشاء اللہ میں ان کو پورا ہو جاؤں گا۔ یعنی جواب درست دوں گا۔

نوٹ : یہ کتاب التبصیر امام ابوالمظفر الاسفرائنی کی تصنیف ہے جو پانچویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم تھے۔ یہ کتاب ۱۹۵۵ء میں پہلی دفعہ مصر سے شائع ہوئی اور کتاب التمہید بھی پانچویں صدی کے امام ابوالشکور السالمی کی تصنیف ہے یہ کتاب علاؤالدین خلجی کے زمانہ میں باقاعدہ درس میں داخل تھی ؛

کتاب الوسیلہ الاحمدیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں ہے :

وانکر عذاب القبر بعض المعتزلہ والروافض لان المیت جماد لاحیاۃ ولاادراک لہ فتعذیبہ محال الجواب انہ، یجوز ان یخلق اللہ فی جمیع الاجزاء اوفی بعضھا نوعا من الحیاۃ قدر ما یدرک الم العذاب اولذت النعیم ؛

ترجمہ:۔ بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ کہ میّت صرف ایک بے جان چیز ہے اس کو عذاب دینا بے کار ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات درست اور ممکن ہے کہ خداوند قدوس انسان کے سارے بدن میں یا بدن کے کچھ حصّے میں ایسی زندگی پیدا کر دے جس سے سزا کا دکھ اور نعمت کی لذت کو محسوس کر سکے۔

قاضی سراج الدینؒ نے قصیدہ امالیہ میں فرمایا ہے!

وفی الاجداث عن توحید ربی یبلی کل شخص بالسوال

والکفار والفساق بعضاً عذاب القبر من سوء الفعال

ترجمہ:۔ اور قبور میں میرے رب کی توحید کے متعلق ہر شخص سے سوال کیا جائے گا اور کفار اور نافرمان بعض مسلمانوں کے لئے بھی عذاب قبر ہو گا۔

علامہ اسفرائنی نے عقائد اہل سُنّت والجماعۃ میں سے عقیدہ ۳۹ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

واخبرانہم یحیون فی القبور، وقد وردفی معنی لاحیاء الموتی فی القبور مالا یحصٰی من الای والاخبار والآثار (کتاب التبصیر ص۱۵۸)

یعنی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ لوگ قبور میں زندہ کئے جاتے ہیں اور اس عقیدہ کو اس قدر آیاتِ قرآنیہ احادیث اور اقوالِ صحابہ نے بیان کیا ہے جن کا مجموعی شمار مشکل ہے۔

اس مدلل ومفصل بیان سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ قبر میں حیاتِ جسم اور روح دونوں کو ہوتی ہے۔ اور روح بدن کو پوری طرح نہیں چھوڑتا بلکہ اس کا تعلق بدن سے باقاعدہ رہتا ہے۔ ورنہ عذاب وثواب کے کیا معنی؟

دور حاضرہ کے مشہور مفکر فلسفہ ولی اللہی کے صحیح ترجمان حضرت مولانا

عبید اللہ سندھیؒ نے فرمایا ہے :-

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ انسان کا مخصوص نفس جسے عام اصطلاح میں نفس نطقیہ کہا جاتا ہے موت کے بعد مادے کو بالکل چھوڑ دیتا ہے۔ وہ غلطی کرتا ہے یعنی صورت کا مادہ کے بغیر موجود ہونا ناممکن ہے"

(شرح حجۃ اللہ ص ۲۲۹)

اس لئے اسلامی عقائد کا یہ فیصلہ ہے کہ اسی جسم کے ساتھ دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان لانا چاہیئے جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا اور یہ بات عقلاً بھی ممکن ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

"فالمعاد الجسمانی من ضروریات دین محمد صلی اللہ علیہ و سلم لانہٗ امر ممکن اخبر بہ الصادق صلی اللہ علیہ وسلم فیجب التصدیق والایمان بہٖ" (شرح تجرید ص ۱۷۱)

اس لئے اس عقیدہ کا انکار کفر ہے شرعی اور عقلی دونوں طریقوں سے قرآن کریم میں واضح ہے کہ :-

۱ - ایک دوسرے کو پہچانیں گے فرمایا یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ (یونس ۴۵)
آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔

۲ - جہنمی ایک دوسرے سے بھاگیں گے، بھائی بھائی سے بیٹا باپ سے وغیرہ فرمایا۔

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ - (عبس ۳۶)

ترجمہ :- اس دن جب بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اور باپ سے اور بیوی سے اور بیٹوں سے۔

تو بھاگنا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ایک دوسرے کو پہچان لیں۔ اور

پہچاننا اس وقت ہو سکتا ہے جب دیکھی ہوئی شکل ہو معمولی فرق اثر انداز نہیں ہوا کرتا

۳۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (الزخرف)

ترجمہ:۔ دلی دوست بھی اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ سوائے پرہیزگاروں کے۔

متقی اور پرہیزگار قیامت میں بھی ایک دوسرے کے دوست ہی رہیں گے تو یہ دوستی تب ہی متصور ہو سکتی ہے جب یہ دنیا والا بدن عطا کیا جائے علمائے عقائد اسلامیہ نے فرمایا۔

المعاد بعینہ هذا الشخص الانسانی روحاً و جسداً بحیث لو یراہ احد عند المحشر یقول هذا افلان الذی کان فی الدنیا و من انکر هذا فقد انکر رکنا عظیما من الایمان فیکون کافراً عقلاً و شرعا ولزمه انکار کثیر من النصوص۔

(صدر الدین علی شرح تجرید از کلام ص ۴۱۲)

یعنی اسی بدن اور روح کے ساتھ دوبارہ زندہ کیا جائے گا کہ اگر اس کو کوئی محشر میں دیکھ لے تو کہہ سکے کہ یہ تو وہی ہے جو دنیا میں تھا۔ اس عقیدہ کے انکار سے بہت سی آیتوں اور حدیثوں کا انکار کرنا پڑتا ہے جو سراسر کفر ہے۔

مشاہدات و تصدیقات

قرآن کریم کی واضح آیات اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر تشریحی ارشادات کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں مگر اس عقیدہ کو زیادہ

قوت کے ساتھ ذہن نشین کرنے کے لئے چند مشاہدات درج کیے جاتے ہیں۔

مشاہدات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مر النبی صلّی اللہ علیہ و سلم بقبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیرا ما احدھما فکان لا یستتر من البول و اما الاخر فکان یمشی بالنمیمہ ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا باثنین ثم عرز علی کل قبر منھا واحدۃ قالو المرفعلت ھذا یا رسول اللہ قال لعلہ یخفف عنھما مالم ییبسا۔ قال حافظ ابن رجب فی کتابہ اھوال القبور وقد روی۔ ھذا عن النبیّ صلی اللہ علیہ و سلم بھذا المعنی من وجوہ متعددۃ من حدیث ابی بکر و عائشتہ و ابی ھریرہ وانس و ابن عمر و ابی امامۃ وغیرھم من الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین۔ (لوائح الانوار ص ۱۶)

ترجمہ :۔ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے قریب سے گذرے تو آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب ان کے خیال میں کسی بڑے گناہ سے نہیں بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب کے وقت ستر وغیرہ نہ کرتا تھا۔ اور دوسرا چغل خور تھا پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز ٹہنی لے لی اور اس کو چیر کر دو حصے کر دیئے پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑھ دیا صحابہ نے پوچھا کہ یہ کام جناب نے کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ اس لئے کہ شائد جب تک یہ خشک نہ ہوں اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کی تخفیف کر دے۔ یہ روایت ابوبکر صدیق، عائشہ، ابوہریرہ، انس، ابن عمر، ابوامامہ اور دوسرے

صحابہ کرامؓ سے روایت کی گئی ہے۔ رضی اللہ عنہم عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط بنی النجار علی بغلۃ لہ ونحن معہ اذحادت البغلۃ بہ وکادت ان تلقیہ واذا اقبر ستۃ او خمسۃ او اربعۃ فقال من یعرف اصحٰب ھذالقبر فقال رجل انا فقال متی مات ھؤلا فقال ماتوا فی الاشراک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذالامۃ تبتلی فی قبورھا فلولا ان تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منہ ثم اقبل علینا بوجھہ فقال تعوذوا باللہ من عذاب القبر۔

(حدیث رواہ مسلم وابن ابی شیبۃ)

ترجمہ:۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک وہ خچر بدک پڑا جس سے جناب کے گرنے کا احتمال تھا کہ وہاں سامنے پانچ یا چھ قبریں نظر آئیں آپ نے پوچھا کہ کوئی جانتا ہے؟ یہ قبریں کس کی ہیں۔ ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں یہ مشرکوں کی قبریں ہیں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ مرنے کے بعد اپنی قبروں میں عذاب دیئے جا رہے ہیں اگر تم مردوں کو دفن نہ کرتے تو میں اللہ کریم سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا وہ عذاب سنائے جو میں سن رہا ہوں پھر جناب نے ہمیں فرمایا کہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگا کرو۔ (روایت کیا اسے مسلم اور ابن ابی شیبۃ نے)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو مشاہدے بیان فرمائے ایک میں تو گناہگار مسلمان کی قبر میں عذاب کا مشاہدہ فرما کر اس کی تصدیق و توثیق کر

کر دی۔ جناب مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے ہی یہ معجزہ عطا فرمایا تھا۔ کہ قبروں سے مردوں کو زندہ باہر نکال لیتے تھے جیسا کہ فرمایا :- اذ تخرج الموتیٰ باذنی (المائدۃ) چنانچہ آپ نے چار آدمیوں کو قبروں سے زندہ نکالا ان میں سے ایک نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی قبر پر تشریف لائے ان کو اللہ کا نام لے کر بلایا وہ قبر سے باہر تشریف لائے اور ان کا آدھا سر سفید ہو چکا تھا اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں قیامت سے ڈرتا رہتا ہوں اس لئے بال سفید ہو گئے۔

نوٹ :- یہ واقعہ مفصل تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے۔ جو سلطان عبدالعزیز سعود کے خرچ سے شائع ہوئی۔

بعض اوقات برزخ میں ہونے والے عذاب کی علامات دنیا میں ہی ظاہر ہو جاتی ہیں جیسا کہ :-

قرآنِ کریم میں ہے کہ بعض اقوام کی شکلیں خداوند کریم نے مسخ فرما دیں اور ان میں سے کوئی تو بندر بن گئے اور کوئی خنزیر۔ مگر تین دن تک اسی شکل میں رہ کر مر گئے۔ دراصل ان شکلوں اور جسموں کا مسخ ہو جانا اور پھر چند دنوں کے بعد مر جانا اس آنے والے عذاب کا ایک حصّہ ہے جو موت کے بعد شروع ہونے والا ہے اور برزخی انعامات کا سلسلہ بھی موت کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو فرشتوں نے غسل دیا وہ اتنے مقبول بارالہ ہوتے کہ جو انعامات وکرامات ان کو دفن کے بعد ملنے والے تھے وہ دنیا میں ہی مل گئے آج بھی اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کا لقب غسیل الملائکہ ہے یعنی وہ خوش نصیب جس کو فرشتوں نے موت کے بعد غسل دیا ہو۔

ایسے واقعات ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

پہلے زمانہ میں کفار اور ملاحدہ نے اس بات کو اس لئے نہ مانا کہ وہ ان کے مشاہدے کے خلاف تھی انہوں نے اس عقیدہ حیات قبر کے ساتھ ٹھٹھا اور مزاح کیا تھا مگر قرآن کریم نے ان کو فرمایا تھا کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ واقعی یہ بات درست ہے۔ یا نہ۔ ارشاد قرآنی ہے :۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ لَقَدْ وُعِدْنَا ھٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُجْرِمِیْنَ۔ (نمل)

ترجمہ :۔ کافروں نے کہا آیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے۔ کیا ہم کو زندہ کر کے نکالا جائے گا اس بات کا وعدہ ہم سے اور ہمارے باپ داداؤں کے ساتھ پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ یہ تو پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے ہیں آپ کہہ دیجئے زمین میں پھر کر دیکھ لیجئے کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

جہاں جہاں قوموں پر عذاب ہوا۔ وہ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ حقیقت دیکھنے والی آنکھیں آج بھی اس عذاب کا مشاہدہ کر رہی ہیں۔ اس جسم نے خواہ کوئی ہی کیفیت اختیار کر لی ہو۔ جیسا کہ قوم لوط علیہ السلام تباہ ہوئی۔ ان کے جسم گوشت پوست کی بجائے مٹی کے ذرات بن گئے اور وہاں پھر عذاب الٰہی سے پانی نکل کر بحیرہ مردار بن گیا۔ جسے بحر لوط بھی کہتے ہیں آج تک اس پانی میں عذاب ہو رہا ہے۔ وہ پانی نہیں بلکہ اس بدکردار قوم کے بدن ہیں۔ جو پانی کی صورت میں ہیں آج تک اس پانی میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا نہ کوئی غسل کر سکتا ہے

ایک غیر مسلم کی شہادت ملاحظہ ہو۔ ۱۹۴۴ء میں ایک انگریز فوجی افسر گز، ایچ گرے کا مکتوب شائع ہوا۔

"موقع مل گیا تو ہم بحر مردار کے کنارے تک پہنچ گئے میرا یہ دوسرا موقع تھا کئی سپاہیوں نے اس میں غوطہ لگایا۔ میں الگ کھڑا رہا۔ فوراً ہی وہ لوگ اس روغنی پانی سے باہر نکل آتے۔ اس سمندر میں جو تیز نمک اور دوسرے مادے ہیں ان سے وہ کانپ رہے تھے اور ان کا دم گھٹا جا رہا تھا۔ باہر نکل آئے تو اور کوئی صاف پانی نہیں تھا۔ جس سے اپنا جسم دوبارہ دہوتے انہوں نے اپنے تولیوں کو اپنے جسم پر ملا اس سے وہ گدلہ پانی تو جذب نہیں ہوا البتہ ان کی جلد پر ایک موٹی پپڑی سی جم گئی"

(جان بل لندن ۹ ستمبر ۴۴ء)

ابرہہ شاہ یمن اور اس کی فوج کو تباہ ہوتے ہوتے آج چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے۔ مگر آج تک یہ حکم ہے کہ حج کو جانے والا اس وادی میں قیام نہ کرے جس کا نام محسر ہے بلکہ وہاں سے تیزی کے ساتھ نکل آئے کہ یہ اصحٰب الفیل کا مقام ہے۔ یعنی ابھی تک ان ریت کے ذروں پر عذاب ہو رہا ہے جو درحقیقت اصحٰب الفیل کے بدن کے ذرّات ہیں ؛

خود جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر جب اس وادی حجر سے ہوا جس میں قوم صالح علیہ السلام آباد تھی اور وہ عذاب کی لپیٹ میں آئی تو آپ نے وہاں سے اپنا چہرۂ انور ڈھانپ لیا اور تیزی سے وہاں سے نکل گئے اور وہاں فرمایا کہ جب تمہارا گذر ہلاک شدہ قوموں کے علاقوں سے ہو تو وہاں سے ہو تو وہاں سے روتے ہوئے گذرو!

علمائے دیوبند کا ایک واقعہ اس کی تصدیق میں درج ہے یہ واقعہ کتاب ارواح

ثلاثہ مصدقہ اکابر علمائے دیوبند خصوصاً حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ کے ۲۷۱ صفحہ سے نقل کیا جا رہا ہے۔

"مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو حضرت کی سہ دری میں ایک کورا بدھنا رکھا ہوا تھا میں نے اس کو اٹھا کر کنوئیں سے پانی کھینچا اور اس میں بھر کر پیا تو پانی کڑوا پایا ظہر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا اور یہ قصہ بھی بیان کیا آپ نے فرمایا کہ کنویں کا پانی تو کڑوا نہیں ہے میٹھا ہے میں نے وہ کورا بدھنا پیش کیا حضرت نے بھی چکھا تو بدستور تلخ تھا آپ نے فرمایا اچھا اس کو رکھ دو نماز ظہر کے بعد حضرت نے سب نمازیوں سے فرمایا کہ کلمہ طیب جس سے ہو سکے پڑھو اور حضرت نے بھی پڑھنا شروع کر دیا بعد میں حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے اس کے بعد بدھنا اٹھا کر پانی پیا تو شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں بھی جتنے نمازی تھے سب نے چکھا تھا۔ تو کسی قسم کی تلخی نہ تھی بعد میں حضرت نے فرمایا کہ اس بدہنے کی مٹی اس قبر کی ہے۔ جس پر عذاب ہو رہا تھا الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا" (از تحریرات بعض ثقات)

یہ عجیب مذہبی حادثہ ہے کہ بعض لوگ آج بھی یہ کہہ دیتے ہیں:۔

"ایک کافر کو ہم دفن کر دیتے ہیں اور اس کے سینے پر رائی یا باجرہ کے دانے رکھ دیتے ہیں۔ دس روز کے بعد انہیں دیکھتے ہیں ویسے رکھے ہیں نہ جلے نہ بھنے اور پھر سوال کے وقت مردہ کو بٹھایا جاتا ہے پھر یہ سیدھا بٹھایا گیا اور اس کے سینے سے وہ دانے نہ گرنے پڑے"

ایک طرف خداوندِ کریم کے ارشادات سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور مشاہدات، تمام امتِ محمدیہ کا بنیادی عقیدہ ہے کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے اور ایک طرف ایک دو آدمی جو کہتے ہیں کہ چونکہ ہمیں عذاب نظر نہیں آتا اس لئے قبر میں عذاب ہے۔ نہ ثواب۔ اناللہ۔

اگر رحمت اور عذاب سب کو نظر آ جاتا تو پھر "ایمان بالغیب" کہاں رہتا پھر تو سب انسان مان لیتے اور مومن اور منافق میں کیا فرق رہ جاتا۔ اگر یہ بات ہے تو قرآن کریم میں ہے۔ موت کے وقت فرشتے میت کے پاس آتے ہیں اسے سلام کرتے ہیں۔ بشارت دیتے ہیں۔ کافروں کو منہ اور پیٹھ پر تھپیڑ مارتے ہیں۔ مگر یہ تو ہمیں نظر نہیں آتے۔ بس ان کا بھی انکار کر دو۔ اسی طرح قرآن میں ہے۔ "کِرَامًا کَاتِبِیْنَ" اعمال لکھتے ہیں۔ مگر نظر نہیں آتے نہ ہی بوجھ معلوم ہوتا ہے اس لئے انکار کر دو۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے ایک آیت قرآنی

کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ایک سو ساٹھ فرشتے ہر ایک انسان کے ساتھ ہیں۔ حالانکہ کسی کو نظر نہیں آتے تو پھر اس کا بھی انکار کر دیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ العزیز نے ایسے ہی لوگوں کا جواب فرمایا ہے کہ :-

"یہ مادی آنکھیں عالم ملکوت کو نہیں دیکھ سکتیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ صحابہ کرام نے جبرئیل امین کو خود نہ دیکھا مگر سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور مشاہدہ پر یقین رکھتے ہوئے ایمان لائے۔ اگر ایک آدمی حیات قبر کا منکر ہے تو پھر ملائکہ اور وحی پر اس کا ایمان کیسے رہ سکتا ہے" حجۃ اللہ جلد اول صفحہ ۱۱

امام ابن قتیبہ ۲۷۶ھ نے فرمایا ہے کہ اگر ان باتوں کا انکار کر دیا گیا تو پھر مسلمان اور ملحد میں کیا فرق رہ جائے گا۔ (تاویل مشکل القرآن صـ۹۲)

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی بھلا جب سب نبیوں کے سردار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ "قبر یا جنت کے باغوں سے باغ بن جاتا ہے۔ یا جہنم کے گڑھوں سے گڑھا بن جاتا ہے" تو پھر ہمارے ناقص علم اور ناقص عقل کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ در اصل یہ دل کی بیماری ہوتی ہے۔ ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کی شرح میں فرمایا:۔

اما استحالة ذلک بطریق العقول فانها سبیل من لاخلاق له فی الدین عصمنا الله من عثرة العقل و فتنة الصدر۔

ترجمہ :۔ اس بات کو عقل کے خلاف سمجھنے والے وہی لوگ ہیں جو دین اسلام سے کورے ہیں اللہ تعالے ہم سب کو عقل کی لغزش اور سینے کے فتنے سے محفوظ رکھے آمین۔ (مرقاتہ جلد اول صـ۱۲۳)

عقل سلیم اگر ہو تو سب بات سمجھ میں آسکتی ہیں اندھے کو دوپہر کے وقت بھی سورج نظر نہیں آتا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عقل کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں جو عقل دوسروں کی سنی سنائی پر ہی اکتفا کرے خود دل کا اندھا ہو وہ کیا سمجھ سکتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ ؎

رایت العقل عقلین فمطبوع و مسموع
ولا ینفع مسموع اذا لم یک مطبوع
کما لا تنفع الشمس وضوء العین ممنوع

(احیاء العلوم ج ۳ صـ۱۶)

ترجمہ :- "عقل کی دو قسمیں ہیں ایک تو طبعی عقل ہے انسان کا سینہ نور معرفت سے اور یقین کی دولت سے منور ہو اور ایک عقل وہ ہے جو دوسروں کا پیروکار ہو خود خالی ہو۔ یاد رکھو سنی سنائی باتیں اس وقت تک راہ نمائی کے لئے مفید نہیں ہو سکتیں جب تک کہ ذاتی علم اور نور حاصل نہ ہو جیسا کہ سورج کی روشنی کب نفع دے سکتی ہے جب کہ آنکھ کی روشنی موجود نہ ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ نیک لوگوں کے قریب دفن ہونے کی تمنا کی جاتی ہے دمشق کے مشہور عالم محمد بن علی حنفی نے جو کہ ابن طولون کے نام سے مشہور تھے۔ ایک کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے۔ جس کا نام حسن الیقین فی الدفن عند الصالحین ہے

حیاتِ قبر کے منکر کا حکم

علامہ اسفرائنی جو پانچویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اسلام گذرے ہیں۔ وہ حیات قبر پر پوری وضاحت سے قرآن اور احادیث اور علمائے سلف کے دلائل پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

ولا ینکر ما استفاض بہ الاخبار و نطقت بہ الآیات من الاحیاء فی القبر الا من ینکر عموم قدرۃ اللہ تعالیٰ و من انکر عموم قدرۃ سبحانہٗ و تعالیٰ کان خارجاً عن زمرۃ اھل السلام۔ (التبصیر صفحہ ۱۵۹)

ترجمہ :- اس قدر زیادہ روایات اور احادیث سے جبکہ قبر میں زندہ ہونا ثابت ہو گیا ہے تو ایسے صاف عقیدے کا انکار وہی کر سکتا ہے جو اللہ کریم

کی قدرت پر یقین نہ رکھتا ہو اور قدرت خداوندی کا منکر مسلمانوں کے گروہ سے خارج ہے"

علامہ بحر العلوم فرماتے ہیں۔

منکر الشفاعته لاهل الکبار والرویته عذاب القبر ومنکر الکرام الکاتبین کافر۔ (بحر العلوم ص۹۹)

ترجمہ :۔ بڑے گناہوں کے مجرموں کی شفاعت کا انکار کرنے والا اور اور دیدارِ خداوندی کا منکر اور قبر کے عذاب کا منکر اور کراماً کاتبین کا منکر یہ سب کافر ہیں"

مشہور مفسر القرآن علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

فاعلموا ایها الاخوان ان عذاب القبر ونعیم حق کما صرحت به الاحدیث الصحیحته ولکن الله یاخذ بابصار الخلائق واسماعهم من الجن والانس عن رویته عذاب القبر ونعیم الحکمة الهیته ومن شك فی ذالك فهو مُلحد۔

(تذکرہ قرطبی ص۳۵)

ترجمہ :۔ "تو اے بھائیو یہ جان لو کہ قبر کا عذاب اور اس کی راحت حق ہے جو کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے مگر اللہ کریم نے جنات اور انسانوں کی نظر سے اوجھل کر رکھا ہے جس میں ایک حکمت ہے (ایمان بالغیب) اور جو کوئی قبر کے عذاب اور اس کی زندگی میں شک کرے وہ ملحد بے دین ہے"

جن گناہوں سے عذاب قبر ہوتا ہے ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں :۔

(۱) چغل خوری (۲) پیشاب کرتے وقت بے ستر ہونا اور پیشاب کی گندگی

سے نہ بچنا (۳) جھوٹ کہنا (۴) بغیر وضو نماز پڑھنا (۵) مظلوم کی مدد نہ کرنا۔ (باوجود طاقت کے) (۶) علم بے عمل (۷) زنا (۸) سود کھانا (۹) نماز سے لاپرواہی (۱۰) زکوٰۃ ادا نہ کرنا (۱۱) فتنہ انگیز باتیں کرنا اور تقریر شر انگیز کرنا (۱۲) ظلم (۱۳) تکبر (۱۴) ریاکاری (۱۵) عیب جوئی (۱۶) تہمت اور بہتان لگانا (۱۷) پہلے نیک لوگوں پر طعن کرنا (۱۸) غیب کہنے والوں کے پاس جانا اور ان کی تصدیق کرنا۔ (۱۹) ظالموں کی مدد کرنا (۲۰) اپنے گناہ پر نظر نہ کرنا اور دوسرے کے گناہوں میں مشغول رہنا۔ (لواقح الانوار ص ۱۸)

جن اعمال کی وجہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے

ان میں سے چند درج ذیل ہیں :-

(۱) جہاد کے لئے تیاری (۲) سورۃ ملک کی تلاوت (۳) جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن موت (۴) میدان جہاد میں موت (۵) طاعون کی بیماری سے موت (۶) پیٹ کی بیماری سے موت (۷) جل کر (۸) نمونیہ سے (۹) اپنی جان مال عزت کی حفاظت میں موت۔ (تذکرہ ص ۳۸)

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

کسر عظم المیت ککسرہ حیاً (ابو داؤد)

ترجمہ: "میت کی ہڈی کا توڑنا اسی طرح گناہ ہے جس طرح بحالت حیات توڑنا گناہ ہے"

شراح حدیث علامہ طیبی و ابن حجر و الملک رحمہم اللہ نے فرمایا:

"کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ (۱) میت کی ذلت نہ کی جائے (۲) میت دکھ کو محسوس کرتا ہے۔ جو جس کار سے زندہ کو راحت ملتی ہے۔ اس

سے میت کو بھی اس کے مناسب حال راحت میسر ہوتی ہے۔"

(عون المعبود جلد ۳)

ایک سوال اور جواب

قرآن کریم اور احادیث میں آیا ہے کہ مومن کے روح جنت میں ہوتے ہیں۔ اور کافروں کے سجّین میں ہوتے ہیں تو پھر قبر میں کیا ہوا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:
اگرچہ روح جنت یا دوزخ میں رہتے ہیں مگر اسی خاکی بدن کے ساتھ ان کا تعلق اور اتصال اسی طرح رہتا ہے کہ وہ جنت اور دوزخ کو دیکھتا ہے۔ سلام کہنے والوں کا سلام سنتا ہے۔ منکر نکیر کو جواب دیتا ہے جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام کا مستقر تو آسمان تھے مگر اس حد تک وہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کے قریب ہو جایا کرتے تھے کہ آپؐ کے ران مبارک پر دونوں ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ اس طرح روح کا بدن کے ساتھ اتصال رہتا ہے۔ جس کی بنا پر عذاب یا راحت تو روح کو ملتی ہے۔ مگر بدن دکھ یا خوشی محسوس کرتا ہے۔ (تفسیر مظہری سورۃ تطفیف)

موت کے بعد حیات کے اثرات

بیان سابق سے مدلل واضح ہو گیا ہے کہ موت فنائے کامل کا نام نہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کا نام ہے۔ جہاں جا کر وہاں کے احکام کا عمل شروع ہو جاتا ہے اس لئے موت کے بعد اگرچہ اکثر انسانوں کے جسم اپنی اصل (مٹی) کی صورت اختیار کر لیتے ہیں مگر بعض نیک اور پاکباز وجود اسی طرح سالم رہتے ہیں۔ جیسا کہ :-

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نجران کے ایک آدمی نے ایک کھنڈر

کھودا تو دیوار کے نیچے ایک مردہ نوجوان بیٹھا ہوا نکلا جس نے اپنی کنپٹی پر ایک ہاتھ رکھا ہوا تھا اور اس کی انگلی میں انگشتری ہے۔ جس پر اللہ ربی لکھا ہوا ہے۔ وہاں کے لوگوں نے سارا واقعہ حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا آپ نے فرمایا اس نوجوان کو اسی حال میں رہنے دیا جائے۔ یہ نوجوان کو اسی حال میں رہنے دیا جاتا ہے۔ یہ نوجوان وہ نیک بندہ ہے جو اصحاب الاخدود کے مظالم کا شکار ہوا جس کا ذکر سورہ البروج میں ہے۔ اس کا نام عبداللہ التامر ہے۔ (خزائن الاسرار صـ۲۷)

۲۔ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں نہر کھودتے وقت حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی نعشیں بالکل صحیح سالم نکلیں۔ بلکہ جب ان کے جسم سے ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہہ نکلا۔ جب ہاتھ چھوڑ دیا گیا تو پھر اسی جگہ جا کر چپک گیا۔

۳۔ دلائل خیرات کے مؤلف حضرت محمد سلیمان صاحب کا وصال ۸۰۰ھ کو سوس میں ہوا۔ مگر ۷۰ سال کے بعد ان کو وہاں سے نکال کر مراکش لے جا کر دفن کیا گیا مگر بدن اور کفن بالکل اسی طرح صحیح سالم تھا۔ (مکاتیب جلد دوم صـ۱۳۱)

۴۔ مندرجہ ذیل واقعہ سب سے زیادہ عجیب اور قرآنی فیصلے کی تصدیق ہے کیونکہ یہ فیصلہ ہمارے اس زمانے کا ہے جو کہ اس کے عینی گواہ جناب سید لطافت حسین صاحب کے الفاظ میں ہے۔

"دریائے دجلہ کے کنارے سیدنا حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں۔ دریا مزارات کو کاٹتا ہوا بالکل ان مزارات کی جڑ میں پہنچ گیا اور خیال تھا کہ چند روز میں یہ مزارات مقدسہ دریا برد ہو جائیں گے اس واسطے حکومت عراق نے تجویز کیا کہ ان اصحاب رضی اللہ عنہم کی نعش مبارک قبور کھود کر حضرت سلمان فارسی کے احاطہ میں دفن کر دی جائیں۔ مجھ کو خبر ذرا دیر سے ملی لیکن الحمد للہ ان

اصحاب کبار کے جنازوں میں شرکت اور کندھا دینے کا موقع اچھی طرح مل گیا۔ تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی تھے میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں کہاں میں سیاہکار اور کہاں یہ اصحاب کبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازوں کی شرکت۔ جو سماں اس وقت تھا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے لیکن اس واقعہ نے میرے دل میں ایک گونہ تسکین پیدا کر دی اللہ کریم بحرمت ان بزرگوں کے ہم سب پر عاقبت بخیر فرماتے جس وقت ان اصحاب کے جنازے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے سامنے رکھے گئے۔ ایک ضعیف قاری نے سورۃ انبیاء کا رکوع اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰىٓ بڑی رقت سے پڑھنا شروع کیا۔ قرأت کی موزونیت۔ قبر سے نکلے ہوئے جنازوں کی موجودگی ـــــ اور ـــــ خلق کی آہ و بکا نے قیامت کا نمونہ برپا کر دیا تھا اکثر آدمی روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ نعش تیرہ سو برس گذرنے کے بعد سالم تھی۔ کفن ہاتھ لگنے سے بوسیدہ تھا۔ ایک صاحب کی داڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ ؟“

(صدق لکھنو ۱۱ دسمبر ۱۹۴۴ء)

مندرجہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ تیرہ سو سال گذرنے پر بھی بندگان خداوند کریم کے بدن اسی طرح صحیح و سالم رہ سکتے ہیں۔

ابھی ۵۹ء میں ایک گاؤں ماہی وال متصل جلال پور جٹاں سے ساڑھے تین سو سال پہلے کے دفن شدہ دو انسانوں کی قبروں سے صحیح و سالم جسم نکلے۔ جن کے سر، داڑھی اور آنکھوں کے بال تک سلامت تھے“

(کوھستان “ $\frac{9}{59}$ ۲۵)

میّت کا سُننا

حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ سماع موتے کا ثبوت اتنی احادیث سے ہے کہ ان کی حیثیت متواتر کی ہے۔ جن روایات میں سماع کی نفی ہے۔ ان سے انتفاع کی ہے۔ یعنی اب وہ میت نفع حاصل نہیں کر سکتا فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۴۶۷ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے۔

سماع الموتی کلام الخلق فاطبة قد صح فیه لنا الآثار فی الکتب و اٰیته النفی فی نفی انتفاعهم لا یسمعون ولا یمنعون للادب (مشکلات القرآن ص۲۲۳)

بلکہ میّت اپنے پاس آنے والے کو پہچانتا ہے سلام سنتا ہے جواب دیتا ہے اس پر پہلے زمانہ کے جملہ علماء کا اتفاق ہے۔

والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان المیت یعرف زیارة الحی و یستبشر به هذا السلام و الخطاب والندا الموجود یخاطب و یعقل و یرد و ان لم یسمع المسلم الرد (کتاب الروح ص۱۲۵)

ترجمہ :۔ اور پہلے سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ میّت کے پاس جب زندہ جاتا ہے تو وہ اس کو پہنچتا ہے اور اس سے مل کر خوش ہوتا ہے۔ قبر پر جا کر سلام دینا تو اس بات کی دلیل ہے کہ میّت سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ اگرچہ سلام کہنے والا جواب نہ سن سکے۔ کبھی یوں بھی ہوا ہے کہ قبر والے کی بات کو باہر والے زندہ انسان نے سن لیا جیسا کہ صاحب فتح القدیر ابن ہمام نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے علامہ اسکندرانی کی قبر پر جب کہ سورۂ ہود کی تلاوت

کی اور فیہم شقی و سعید پر پہنچے تو قبر سے آواز آئی یا کمال لیس فینا شقیّ چنانچہ ابن ہمام نے وصیت فرمائی کہ مجھے بھی میری موت پر اسی مقبرہ میں دفن کیا جائے (اکمال الشیم از شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی)۔

ف :- جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ کہ اموات کو سلام کہا جائے جیسا کہ مجتہد مطلق علامہ ابن ہمام نے مندرجہ ذیل واقعہ لکھا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمعصب بن عمیر فوقف علیہ و قال اشھد انکم احیاء عنداللہ فزوروھم و سلموا علیھم فوالذی نفسی بیدہ لا یسلم علیھم احد الا ردوا علیہ السلام الی یوم القیامۃ (فتح القدیر، جلد ص۳۳۸)

ترجمہ :- ابن عمر فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصب بن عمیر کی موت کے بعد ان کے پاس آ کر ٹھہرے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے ہاں زندہ ہو، اس لئے تم زندہ لوگ ان کی زیارت کیا کرو اور ان کو سلام کیا کرو۔ پس مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں مری جان ہے ان اموات پر جب بھی سلام کہے تو قیامت تک جواب دیتے رہیں گے +

روایت بالا میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی اور قسم کھا کر فرمایا کہ جن کو تم مقتول اور مردہ تصور کرتے ہو۔ یہ سنتے ہیں پھر یہ بھی تصریح فرما دی کہ صرف نئے مردے تین دن تک نہیں سنتے بلکہ قیامت تک ان کو سلام کہنے والوں کو جواب دیتے رہیں گے۔

۲۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ تین دفعہ سلام کہا جائے اور یہ مسئلہ دہابیہ

نجدیہ کے ہاں بھی درست ہے۔ جیسا کہ کتاب الاداب الشرعیہ کے صفحہ ۲۴ پر
ہے یہ کتاب جلالۃ الملک سلطان سعود کے سرکاری خرچ سے شائع ہوئی ہے

وفی الصحیح ان عبداللہ بن عمر مر بعبداللہ بن زبیر وھو بعقبۃ مقتول فقال السلام علیک ثلاثا قال فی شرح مسلم فیہ استحباب السلام علی المیت فی قبرہ ثلاثا۔

ترجمہ:- صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا گذر حضرت عبداللہ بن زبیر پر ہوا جب کہ آپ عقبہ میں مقتول ہوئے تھے۔ آپ نے تین دفعہ کہا۔ السلام علیک اس لئے صحیح مسلم کی شرح میں کہا ہے کہ میت کی قبر پر تین دفعہ سلام کہنا مستحب ہے اور باعث ثواب ہے۔

ف :- حضرت قطب الارشاد رشید احمد گنگوہی نے اپنے مرید مولوی صدیق احمد صاحب کو لکھا:-

"مزار حضرت مجدد پر حاضر ہو تو کچھ اس ناکارہ کے واسطے بھی خیال کرنا اور زبانی مزار مبارک پر بہ نشان نام سلام عرض کرنا"

(مکاتیب رشیدیہ مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ص۳۱)

جو لوگ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کو حضرت گنگوہی کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سوچیں کہ جب حضرت جناب گنگوہی مجدد الف ثانی کے مزار پر اپنی طرف سے نام لے کر سلام کا فرماتے ہیں۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو بلا روح مانتے ہوں گے۔

بلکہ حضرت گنگوہی تو فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اس لئے فقہاء نے قبر شریف پر سلام عرض کرتے وقت شفاعت کا سوال کرنے کو لکھا ہے" (فتاوٰی رشیدیہ جلد اول ص۹۲)

صحیح حدیث میں مندرجہ ذیل واقعہ موجود ہے جس کو سعودی عرب کے شیخ الحرم علامہ عبدالمجید الخطیب نے اپنی کتاب۔ مناجات للہ کے صفحہ ۳۰ پر ذکر فرمایا ہے کہ:

"جب کہ بشر بن بداۃ بن معمر فوت ہو گئے تو ان کی والدہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ حضرت ہمارے قبیلہ بنو سلمہ میں سے کوئی نہ کوئی مرتا ہی رہے گا اور کیا مر جانے کے بعد بھی مردے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور کیا میں اپنے بیٹے بشر کو اس میت کی وساطت سے سلام بھیج دیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضے میں مری جان ہے۔ اے بشر کی ماں! مردے ایک دوسرے کو اس طرح پہچان لیتے ہیں اس پر اس کی والدہ کو یقین ہو گیا تو جب بھی قبیلہ بنوسلمہ سے کوئی مر جاتا تو بشر کی ماں اپنے بیٹے کو اس کی معرفت سلام بھیج دیتی"

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند کریم کی قسم کھا کر یہ بات بیان فرمائی۔ تاکہ لوگوں کو یہ یقین ہو جاتے اور اس بات کو سعودی عرب کے ایک عالم دین نے بیان کیا ہے۔ جو وہابی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ مرنے پر انسان مٹ جاتا ہے ادھر تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو غلط قرار دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہ اور ادھر نہ معلوم وہ کس فرقہ کی پیروی کر رہے ہیں ؛

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ زندگی شہیدوں کے لئے ہے عام مومن اس سے خالی ہیں مگر یہ بات درست نہیں یہ حیات سب کے لئے ثابت ہے۔

امام ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

"سب مومن سلام کہنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا

جواب بھی دیتے ہیں" (وفاء الوفاء ص۱۳۵)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب جسم فنا ہوگیا، گل گیا۔ جل گیا تو اب زندگی کا سوال؟

وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ زندگی صرف بدن کا نام نہیں بلکہ زندگی درحقیقت روح کا نام ہے جو ہر حال میں موجود رہتا ہے بدن کے حالات بدلتے رہتے ہیں مگر روح کی حالت نہیں بدلتی آخر وہ بچہ جو ابھی ماں کے رحم میں ہے زندہ ہے۔ وہی بچہ ایک دن ایک ماہ ایک سال کا ہو جائے تب بھی اس میں وہی روح کار فرما ہے جوانی، بڑھاپا، بیداری۔ نیند وغیرہ اس پر اثر نہیں کرتی۔

حضرت امام غزالی نے فرمایا:

"انسان کا بدن روح کا مکان نہیں کہ بدن کے فنا سے روح بھی فنا ہو جاتے بلکہ روح اب بھی باقی ہے اور اس کا تعلق بدن کے ساتھ ہے" (جواھر الغوالی ص۲۶)

موت کے بعد روح بدن سے نکل جاتا ہے مگر تعلق باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ سورج کہاں ہے مگر روشنی اور دھوپ ہم سب پر پہنچ رہی ہے۔ اسی لئے تو میت کو فرشتے آکر قبر میں بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں۔

علماء اہل سنت والجماعت تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک بدن میں دو روح مان لئے جائیں تو درست ہے۔ ایک تو موت پر جنت یا دوزخ میں جا پہنچا اور دوسرا بدن کے ساتھ ہی ہے۔ جیسا کہ حاملہ عورت کے بدن دو روح ہیں ایک تو اس کا اپنا روح اور دوسرا اس بچے کا جو اس کے بدن میں ہے۔ مگر بظاہر ایک ہی بدن اور ایک ہی روح معلوم ہو رہا ہے۔ (شرح الصدور ص۱۰۲)

اس لئے اہل سنت والجماعۃ کے علماء کرام فرماتے ہیں کہ کسی نیک بندے اور

مقرب بارگاہ خدا کی موت کے بعد کبھی اس سے تدبیر کا کام لیتے ہیں۔ جیسا کہ :۔
علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

والمدبرات امراً قال الامام انها (النفس) بعد المفارقة وقد تظهر لها اثار و احوال فی هذا العالم نقديری المرء شيخه بعد موته فيرشده لما يهم ولا شك انه يحصل لزائرهم مدد روحانی ببركتهم و كثيراً ما تحل عقد الامور بانا مل التوسل الی الله بحرمتهم (تفسير روح المعانی)

ترجمہ :۔ امام نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات جسم سے علیحدہ ہو جانے پر بھی روح کے کچھ حالات اور آثار اس جہان میں بھی ظاہر ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی ایک انسان اپنے پیرو مرشد کو ان کی وفات کے بعد دیکھ لیتا ہے جو اس کی مصیبت میں رہنمائی فرماتے ہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے مشکل کام ان کی برکت توسل سے حل ہو جاتے ہیں۔ انشاء اللہ۔

اس مسئلہ کے عقلی دلائل کو بیان کرتے ہوتے مشہور فلسفی مفسر علامہ طنطاوی مصری نے دلائل دے کر یہ فیصلہ فرمایا ہے :۔

واذ ذاك ۔ تتولی تدبير العوالم باذن ربها ۔

ترجمہ :۔ اور پھر اس وقت سب جہانوں کا نظم و نسق اللہ تعالےٰ کی اجازت سے ان کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا ہے :۔

" یہ ارواح مقدسہ کبھی کبھی دین حق کی جماعت کی مدد کرتی ہیں۔ اور کبھی اللہ والوں کی مدد کرتی ہیں اور کبھی کبھی انسانوں پہ برکات کے نزول کا باعث ہوتی ہیں " حجۃ اللہ (جلد ۱ صفحہ ۲۷)

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی نے بحوالہ تفسیر مظہری فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے :۔ کہ "

اکثر اولیاء سے یہ بات تواتر سے منقول کہ وہ اپنے معتقدین کی مدد کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور لوگوں کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو (امداد الفتاویٰ النور ماہ شعبان ۵۱ھ)۔

پاکستان کی جماعت اہل حدیث کے سابق امیر مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی (مرحوم) نے بھی فرمایا ہے کہ :

"مدبرات امر بعض بعض خواص نبی آدم بھی ہیں" (مقدمہ تجبیر الرحمان ؒ)

یہ مسئلہ اس حد تک مفصل بیان ہو چکا ہے کہ اس مختصر رسالہ میں اس کو پورا بیان کرنا مشکل ہے۔ بقدر ضرورت عرض کر دیا ہے۔ تفصیل کے لئے عربی زبان میں"——

"کتاب الروح" از ابن قیمؒ اور اردو زبان میں حکیم الامۃ تھانویؒ کے رسالہ الفتوح فیما یتعلق بالروح کا مطالعہ بہتر رہے گا۔

چونکہ اس ظاہری موت پر بھی انسان میں زندگی باقی رہتی ہے اس لئے میت کا سننا، بولنا، جواب دینا۔ دیکھنا پہچاننا سب ثابت ہے اور شرعاً درست ہے ام لوگ میت کا کلام نہیں سنتے مگر بعض دفعہ اس کا بطور کرامت سن لینا بھی ے جیسا کہ خود زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مندرجہ ذیل واقعہ ہوا اس سند کے ساتھ ترمذی شریف میں بیان فرمایا اور مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ں کو نقل فرمایا :

" ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے ایک خالی جگہ پر خیمہ لگایا مگر تھوڑی دیر بعد اس زمین سے سورۃ ملک پڑھنے کی آواز آئی۔ وہ صحابی دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور یہ

سارا واقعہ بیان کیا:

آپ نے فرمایا یہ سورہ حفاظت کرنے والی ہے۔ نجات دلانے والی ہے" (التکشف ص۴۴۳)

میت کا قبر میں پڑھنا اور سن لینا ثابت ہوا البتہ جو آدمی وصیت کرنے کے بغیر مرجاتے اس کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ اس کو بولنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں اس کو بیان فرمایا ہے۔

عجیب واقعات

کبھی کبھی اللہ تعالےٰ اس دنیا میں بھی ایسے واقعات کو ظاہر فرما دیتے ہیں جو حیات بعد الموت کے لئے کھلی دلیل بن جاتے ہیں اگرچہ ایسے واقعات کافی ہیں مگر یہاں صرف چند ذکر کئے جاتے ہیں جو ثقہ اور معتبر علماء سے نقل ہیں

۱۔ یہ واقعہ زید بن خارجہ کا ہے۔

"یہ صحابی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوئے اور کافی دیر کے بعد کفن منہ سے ہٹا کر باتیں کرتے رہے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے اپنی کتاب اکفار الملحدین کے صفحہ ۲ پر اس کو بیان فرمایا اور اس کی تفصیل سعودی عرب کے محقق (مورخ احمد بن عبدالحمید عباسی نے اپنی کتاب تاریخ مدینہ منورہ عمدۃ الاخبار میں یوں بیان فرمائی"

عن النعمان بن بشیر قال لما توفی زید بن خارجۃ انتظر به خروج عثمان فنکشف الثوب عن وجهه وقال السلام

علیکم قال و قال اصلی نقلت سبحان الله فقال انصتوا محمد رسول الله صلی الله علیه و سلم کان ذالک فی الکتاب الاول صدق صدق صدق ابوبکر الصدیق ضعیف فی جسده قوی فی امراللہ و قد رویت هذالقصة من وجوه عن النعمان بن بشیر و غیره ذکره الذهبی فی التهذیب - (عمدة الاخبار صفحہ ۲۱۳)

ترجمہ :- نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ جب زید بن خارجہ کی وفات ہوئی تو حضرت عثمان کی تشریف آوری کا انتظار تھا کہ حضرت زید نے دو دفعہ اپنے چہرہ سے کفن کا کپڑا دور کر کے دو دفعہ السلام علیکم کہا، اور وہ کہتے ہیں، میں نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے تعجب سے سبحان اللہ کہا زید بولے تم سب خاموش ہو کر ادھر کان لگاؤ محمد اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات پہلی کتاب میں بھی ہے سچے ابوبکر نے سچ کر دکھایا جو جسمانی اعتبار سے تو کمزور تھے۔ مگر اللہ کے دین کو جاری کرنے میں بڑے بہادر تھے۔

یہ قصہ کئی طریقوں سے حضرت نعمان کے علاوہ دوسرے راویوں سے بھی منقول ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کو اپنی کتاب تہذیب میں بھی بیان فرمایا ہے۔

امام محدّث بیہقی نے فرمایا ہے کہ موت کے بعد کلام کرنے کو صحیح سند کے ساتھ کافی علماء نے روایت کیا ہے۔ (رسالہ تبشیر الاصفیاء ص۳)

نویں صدی کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں ایسے کئی واقعات نقل فرماتے ہیں۔

۲۔ مشہور محدث و مفسر و مورخ اسلام ابن الجوزی نے اپنی طویل تاریخ المنتظم میں مندرجہ ذیل دو واقعے بیان فرمائے ہیں۔
محمد بن یحییٰ نامی ایک نیک شخص فوت ہوگیا اس کے کفن دفن کے بعد رات کو کفن چوروں نے اس کی قبر کھولی تو وہ میت اچانک قبر میں بیٹھ گیا۔ اور پھر قبر سے بھاگ نکلا اور گھر چلا آیا اس کے بعد کافی زمانہ زندہ رہا تاریخ میں اس کا عرف حامل کفنہٖ مشہور ہے یعنی اپنے کفن کا اٹھانے والا۔

۳۔ یہی ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نامی فوت ہوگیا اور اس کو دفن کیا گیا۔ اسی طرح کفن چوروں نے اس کا کفن اتارنا مگر وہ زندہ ہو کر بھاگ نکلا اور پھر کافی زمانہ زندہ رہا اس کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام مالک مشہور ہے۔ (المنتظم جزء ۷ ص ۱۱۴)

۴۔ گجرات کے مشہور مرد صالح خانجیو صدیقی کو اس وقت کے حاکم نے پھانسی کا حکم دیا جوں ہی آپ کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا گیا۔ آپ نے کلمہ شہادۃ پڑھنا شروع کیا ابھی آدھا ہی پڑھا تھا کہ آپ کا بدن زمین سے اٹھایا گیا اور روح پرواز کر گئی۔ لیکن جوں ہی پھندا نرم ہوا اور آپ کا بدن زمین پر آلگا تو روح لوٹ آیا اور آپ نے باقی حصہ بھی پڑھ لیا تب روح پرواز کر گئی۔ (نزھۃ الخواطر ۴ ص ۱۰۲)

میّت کا ہنسنا

۵۔ ربعی بن حراش بن جحش عبسیؒ کا وصال سنہ ۱۰۱ھ کو ہوا انہوں نے اور ان کے بھائی محدث ربیع نے قسم کھائی تھی کہ ہم کو جب تک اپنا صحیح خاتمہ

معلوم نہ ہوا تو ہم نہ ہنسیں گے چنانچہ زندگی بھر وہ کبھی نہ ہنسے مگر ان کی وفات پر جب ان کو تختہ پر ڈالا گیا تو دونوں ہنس پڑے جس کو سب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس واقعہ کو محدث نودی نے صحیح مسلم کی شرح میں بیان فرمایا ہے۔ (سائنز کلاں ص ۷)

قبر سے آواز کا سنا جانا

۶۔ شیخ احمد بن عطاء اسکندری کا انتقال ۷۰۹ھ کو مصر میں ہوا۔ شارح ھدایہ صاحب فتح القدیر علامہ کمال بن ہمام آپ کی قبر پر تشریف لے گئے اور سورۂ ہود کی تلاوت کرتے رہے۔ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ پر جب پہنچے تو قبر سے آواز آئی۔ یاکمال لیس فینا شقی (مقدمہ اکمال الشیم)

نوٹ :۔ ابن ہمام کی وفات ۸۶۱ھ کو ہوئی۔ احمد حفار نے کہا ہے کہ میں اپنے شہر کے قبرستان میں ایک جمعہ کو گیا تو مجھے ہر قبر سے قرآن مجید کی قرأت سنائی دیتی تھی۔ (طبقات حنابلہ جلد ۱ ص ۱۲۹)

اسی طرح محمد حنبلی کے بیٹے عبدالمولی نے کہا ہے کہ وہ اپنے شیخ کی قبر کے پاس سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا کہ لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ پر پہنچ کر مجھے غلطی لگ گئی تو قبر سے آواز آئی کہ یوں پڑھو۔ اور یہ قصہ مشہور ہے۔ (کتاب مذکور جلد ۲ ص ۶)

میت کا تصرف

۷۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ بے جان جسم جس کو دیکھنے والے مردہ کہہ رہے ہیں۔ مگر اس مردہ کو اللہ تعالےٰ نے طاقت بخشی ہوتی ہے ذیل میں ایک واقعہ

امام مالک کے زمانہ کا ہے. جس کو مفسر و محدث حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب "بستان المحدثین" میں ذکر فرمایا ہے کہ:۔

" حضرت امام مالک کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں ایک عورت مر گئی. غسل کے وقت غسالہ نے کہا یہ کتنی بدکار عورت تھی۔ یہ کہتے ہی غسل دینے والی عورت کا ہاتھ اس مردہ کے بدن سے چمٹ گیا، اور بڑی کوشش کے باوجود نہ ہٹ سکا آخر یہ معاملہ بحالت مجبوری امام مالک کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا اس غسل دینے والی کو حد قذف (تہمت لگانے کی سزا) اسی دُرّے مارے جائیں۔ چنانچہ اسی درے مارنے کے بعد اس کا ہاتھ وہاں سے چھوٹ گیا"

جو لوگ مرجانے والوں کو صرف ایک مٹی کا ڈھیر سمجھتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بعض انسان اذان اور اقامت بھی کہتے ہیں (دارمی) قرآن پڑھتے ہیں (ترمذی) اور حج کے لئے بھی جاتے ہیں (بخاری)۔

جیسا کہ علامہ انور شاہ صاحب نے اس کو بیان فرمایا ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۸۳)

مندرجہ بالا دلائل اور واقعات سے معلوم ہوا کہ شہدا کے علاوہ عام مسلمانوں میں بھی وہ نفوس قدسیہ ہوتے ہیں جیسا کہ حافظ، مؤذن کہ ان کا جسم اور روح دونوں بجسنہٖ باقی اور قائم رہتے ہیں۔

قطب الارشاد گنگوہی نے فرمایا روح کو حیات ہوتی ہے۔ قبر میں سب کی روح زندہ ہے۔ ولی ہو یا عامی۔

(فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۸۳)

میّت کا دنیاوی واقعات کی اطلاع دینا

علامہ ابن القیم نے ایسے کئی واقعات ذکر کئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کی اجازت سے کبھی کبھی افہام تفہیم بھی کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ :-

۱۔ حضرت صعب کی وفات کے بعد حضرت عوف نے ان کو خواب میں دیکھا تو دوسری باتوں کے علاوہ حضرت صعب نے ان سے فرمایا کہ میں نے فلاں یہودی سے دس دینار قرض لئے تھے۔ وہ فلاں جگہ پڑے ہیں وہ اس کو دے دیں نیز میری بیٹی چھ دن کے بعد مر جائیگی چنانچہ حضرت عوفؓ نے اس جگہ سے دس دینار لے کر ادا کر دیئے اور واقعی ان کی بیٹی چھ دن کے بعد فوت ہوگئی۔

۲۔ حضرت ثابت بن قیس کی شہادت کے بعد کسی نے ان کی زرہ اتار کر ایک پوشیدہ جگہ پر رکھ دی۔ حضرت ثابت ادھر تو ایک آدمی کو خواب میں آئے۔ کہ جا کر حضرت خالد سے یہ کہہ دے کہ میری زرہ فلاں آدمی نے فلاں جگہ چھپا رکھی ہے وہاں سے لے لیں اور ادھر حضرت صدیق اکبرؓ کو خواب میں آئے کہ مجھ پر جتنا قرض ہے میرے مال سے ادا کر دیجئے۔ نیز میرا فلاں غلام بھی آزاد کر دیجئے۔

چنانچہ ان دونوں جلیل القدر صحابیوں نے (حضرت خالدؓ حضرت صدیق) ان کی اس اطلاع کو درست سمجھ کر اس پر عمل فرمایا اور وہ سب باتیں درست نکلیں۔ یہ واقعہ سب صحابہ کرامؓ کے سامنے کا ہے۔ کسی نے اس پر انکار نہیں کیا تو گویا یہ اجماع بن گیا۔ (کتاب الروح وشرح الصدور)

مزارات اہل اللہ سے فیض باطنی

جیسا کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ موت کے بعد بھی میت کے بدن کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ادراک اور سماع رکھتا ہے اس لئے جب کوئی صاحب دل کسی اللہ کے برگزیدہ کی قبر پر مراقب ہوتا ہے تو صاحب قبر سے اکتساب فیض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہو جاتا ہے مشہور فلسفی اور مفسر امام رازی نے اپنی کتاب المطالب العالیۃ میں زیارت قبور کے فوائد میں فرمایا۔

"جب کوئی انسان کسی کی قبر پر جاتا ہے اور کچھ دیر ٹھہرتا ہے تو اس قبر میں اور اس زیارت کرنے والے میں ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے جیسا کہ ایک آئینہ دوسرے آئینے کے سامنے ہو۔ اب ایک کا فیض دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگر میت زائر سے زیادہ قوی ہے تو اس کا فیض زائر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور اگر زیارت کرنے والا قوی ہے تو اس کی برکات سے میت کو فائدہ رہتا ہے۔" (السیف المقیل ص ۱۲۹)

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز سے پوچھا گیا۔ بعض بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند کر کے بیٹھتے ہیں اور سورۃ الم نشرح تک پڑھتے ہیں اور کہتے کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے جواب۔ اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں (فتاوی رشیدیہ ص ۱۹۶)

سیدی و مولائی حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا۔

"نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کی زیارت سے مشرف ہوا کیے اور فراغت

اوقات ان کے مزاروں پر بیٹھ کر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کرے اور اس کی حقیقت اپنے مرشد کی شکل میں کرے اور فیضیاب ہوا کرے۔ عام اہلِ اسلام کے مزاروں پر جا کر موت کو یاد کرے اور فاتحہ پڑھ کر ان کو ثواب پہنچاتے۔ (سلاسل طیبہ ص۴۴)

استاذ العلماء مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

وقعدت عند مزار الامام الربانی فقال فی المکاشفۃ بیان مسئلۃ التوحید اعلیٰ درجۃ من السلوک (مقدمہ بلغۃ الحیران ص۳)

میں مجدد الف ثانیؒ کے مزار کے قریب بیٹھا تو آپ نے مجھے مکاشفہ میں فرمایا توحید کا مسئلہ بیان سلوک کے بلند ترین درجات میں سے ہے۔

اسی طرح کے کئی واقعات متقدمین اور متاخرین علماء کی کتابوں میں مصدقہ طور پر موجود ہیں تو اگر قبر سے روح کا تعلق نہیں تو یہ مراقبہ اور مکاشفہ اور قبروں پر جا کر اموات کے لئے دعا کرنا سب بے مقصد سمجھا جاتے گا۔

حیات اور موت پر حرفِ آخر

دنیا میں اکثر اپنے بستر پر مرتے ہیں۔ ان کے ابدان موت کے وقت دفن سے پہلے صحیح و سالم ہوتے ہیں مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ موت پر ان کے بدن کو پرزے پرزے کر دیا جاتا ہے۔ پھر ان کی نعش کو جلا کر خاکستر ہوا میں اڑا دی جاتی ہے مگر ایسے انسانوں کو بھی جو عام انسانوں کی نظر میں مٹ چکے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم زندہ کہہ رہا ہے اور ان کو مردہ کہنے، مردہ سمجھنے سے روکتا ہے جیسا کہ فرمایا:-

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (اٰل عمران ۱۶۹،۱۷۰)

ترجمہ :- اور تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں۔ خوشی کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔ اور خوش خبری بھیجتے ہیں۔ ان کی طرف جو ابھی نہیں پہنچے۔ ان میں سے۔ اس بات کی کہ نہ ڈر ہے ان پر نہ غم ——— پھر فرمایا:-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (بقرہ ۱۵۴)

ترجمہ :- اور نہ کہو جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں کہ مردے ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا کہ عام جنتیوں کو بھی دونوں وقت رزق دیا جاتا ہے۔

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (مریم ۶۲)

قرآن کریم میں ہے کہ دودھ شہد خالص پانی کی نہریں جنت میں ہیں۔ آپ نے صاحبزادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی مقرر کر دی ہے۔

اس کے برعکس جہنمیوں کو غذا دینے کا ذکر ہے جو زقوم ماحمیم کے الفاظ سے ہے۔ احادیث میں لفظ حوت (مچھلی) کا ذکر بھی ہے۔ اس آخری دور کے محقق امام اہل حدیث علامہ شوکانی یمنی ۱۲۵۰ھ نے شہیدوں کے دیے جانے والے رزق کے متعلق فرمایا کہ وہ رزق کوئی دوسرا اور رزق معنوی یا روحانی نہ ہوگا بلکہ یہی رزق جو عرف میں مراد ہے اور عادت ہے کہ لوگ اس

کو کھاتے ہیں فرمایا:

و المراد بالرزق المعروف فی العادات علی ماذھب الیه الجمھور کما سلف۔

یہ بات امام شوکانی کا اپنا قول نہیں بلکہ گذشتہ زمانے کے جمہور علماء کا مذہب ہے۔

حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ نے ان شہدا کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ اللہ کریم ان کو زندہ جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے اور وہ اپنے دوستوں کی امداد اور دشمنوں کو سرکوبی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کرتے ہیں۔ فرمایا۔

بل احیاء ان اللہ تعالیٰ یعطی لارواحھم قوۃ الاجساد فیذھبون من الارض والسماء والجنته حیث یشاؤن و ینصرون اعدائھم ان شاء اللہ تعالیٰ وقد تواتر عن کثیر من الاولیاء انھم ینصرون اولیائھم ویدمرون اعداء اللہ تعالیٰ (امداد الفتاویٰ "النور" ص۸ ماہ شعبان ۱۳۵۱ھ)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مشاہدہ بیان فرمایا:

رایت جعفر یطیر بجناحیه فی الجنّته

اس کی تشریح میں قطب الارشاد حضرت گنگوھی فرماتے ہیں۔ کہ

"حضرت جعفر اپنے جسم کے ساتھ اڑ رہے تھے۔" (کوکب دری ج ۲ ص ۳۱۵)

حالانکہ حضرت جعفر کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا مگر آپ نے اپنا مشاہدہ بیان فرمایا اسی کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ امام سیوطیؒ نے یوں فرمایا ہے۔

"ایک دن جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے قریب ہی اسماء بنت عمیس بیٹھی تھیں۔ کہ جناب رسول رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَعَلَیکُمُ السَّلَام پھر حضرت اسماء سے فرمایا کہ اگرچہ بظاہر کوئی سلام دینے والا تجھے نظر نہیں آتا مگر بات یہ ہے کہ ابھی حضرت جعفر جبرئیل اور میکائیل کے ہمراہ یہاں سے گذرے اور ہم کو سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا جعفر نے مجھے سلام کرنے کے بعد اپنا سارا واقعہ سنایا اور بتایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کے بدلے میں دو پر عطا فرمائے ہیں۔ جن کے ساتھ میں جنت میں جہاں چاہتا ہوں اور جو چاہوں اس کے پھلوں سے کھاتا ہوں اسماء نے کہا پھر تو جعفر کتنا خوش نصیب ہے مگر میں خیال کرتی ہوں کہ لوگ شاید اس بات کو نہ مانیں تو اگر آپ جلسہ عام میں فرمائیں بہتر رہے گا۔ چنانچہ جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ممبر پہ رونق افروز ہو کر سارا واقعہ بیان فرمایا۔" (شرح الصدور ص ۱۰۲)

قبر کا معنیٰ اور حقیقت

آج چودہ سو سال سے سب علماء اہل السنۃ والجماعت کا تو یہی عقیدہ رہا ہے کہ قبر سے مراد یہ قبر اور اسی انسان کا حساب مراد ہے مگر اب ایک گروہ نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ عقیدہ نیم ملاؤں کا ہے۔ اس قبر سے کوئی تعلق نہیں، سابقہ دلائل کے بعد اس جواب کی ضرورت نہیں رہتی مگر پھر بھی اس غرض سے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرماویں ایک بات عرض کی جاتی ہے کہ:۔

۱۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر آکر صحابہؓ کرامؓ کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرمائی اور وجہ یہ فرمائی :۔

فان صلاتی علیہ رحمتہ — اس پر میری نماز جنازہ رحمت ہے (فتح القدیر جلد ۱ ص۵۸)

۲۔ فقہائے حنفیہ نے فرمایا کہ جب ایک آدمی پر موت کے آثار ظاہر ہو جائیں تو اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کی جائے اور اگر اس وقت تلقین نہ کر سکی تو اب دفن کرنے کے بعد تلقین کرادے یہ مسئلہ اہل السنۃ کے ہاں مشروع ہے۔

مشہور مفتی علامہ شامی نے فرمایا ہے :۔

لان الاحیاء بعد الموت عند المعتزلہ منتحیل اما عند اھل السنۃ فالحدیث ای لقنو امواتکم لا الہ الا اللہ محمول علیٰ حقیقتہ لان اللہ تعالیٰ یحییہ للخ (شامی جلد اول ص۶۲۸)

ترجمہ :۔ اس لئے موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اہل سنت والجماعت کے ہاں حقیقی اعتبار سے درست ہے اس لئے تلقین کر دینا درست ہے البتہ فرقہ معتزلہ کے ہاں یہ مشکل اور محال ہے اس لئے تلقین کا کوئی فائدہ نہیں؟

"امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے امام عبد اللہ وفات ۲۹۰ھ کی کتاب کتاب السنۃ سے ضروری اقتباس"

امام صاحب نے یہ کتاب فرقہ جہمیہ کے رد میں لکھی تھی جو کہ حیات قبر کا منکر ہے یہ کتاب بھی سلطان عبد العزیز رحمۃ اللہ کے خرچ سے مصر سے شائع ہوئی تھی۔

ص۲۲۴ فتعاد روحها ص۲۲۷ فی جسده ثم تعاد فیہ الروح	پھر اس میت کے جسم میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

ص۲۲۸ فاذا ردت الیہ نفسہ الی جسدہ سمع خفق نعالھم۔ جب روح مردہ کے بدن میں لوٹایا جاتا ہے تو اس میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ وہ دفن کر کے واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آہٹ سن لیتا ہے یعنی روح فوراً لوٹا دی جاتی ہے۔

(ب) اور اتنا قوی اثر ہوتا ہے کہ وہ باہر کی آہٹ سُن لیتا ہے۔

ص۲۳۲ ان اعمال الاحیا لتعرض علی الاموات من اھالیھم وعشیرتھم فاذا راؤ خیراً احمد واللہ و انتیشروا اذا راوا غیر ذالک قالو اللّٰھم لا طمتھم حتی تھلاھم۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اموات کے خاندان کے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں وہ اچھے اعمال دیکھ کر اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، بُرے اعمال دیکھ کر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ان کو ہدایت دے۔ مسلمان فرما کر وفات دے۔

ص۲۳۵ قالت عائشۃ ان الکافر یسلط علیہ فی القبو شجاع اقرع یاکلہ من راسہ الی قدمہ ثم یکسرہ لحما

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کافر کے بدن پر گنجا سانپ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ جو اس کے بدن کا گوشت سر سے پاؤں تک کھا جاتا ہے پھر دوبارہ گوشت چڑھا دیا جاتا ہے۔

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

جب کہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ہر انسان کی موت کے بعد بھی اس کے بدن کے ساتھ اس کے روح کا تعلق قائم رہتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کے متعلق بطریق اولےٰ یہ عقیدہ ضروری ہو جائے گا کہ ان کے پاک جسموں کو حیات حاصل ہوتی ہے اس عنوان پر عرض کرنے سے پہلے نبی اور غیر نبی کا فرق معلوم کر لینا ضروری ہے۔

یہ بات از روئے قرآن و سُنّت بالکل واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام طبقہ انسانی کے ایک ممتاز فرد ہوا کرتے ہیں۔ مگر انسان ہونے کے باوجود وہ تمام تخلیقی صفات میں دوسرے انسانوں سے ممتاز ہوا کرتے ہیں جس طرح کہ تشریعی صفات میں ممتاز ہوتے ہیں۔

چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے مقامِ امتیازی کو قرآن کریم نے یوں ادا فرمایا ہے۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ (ابراھیم ۱۱)

ترجمہ :۔ ان لوگوں کو ان کے رسولوں نے کہا ہم تمہاری طرح انسان تو ہیں مگر اللہ احسان فرماتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے۔ اور وہ امتیازات یہ ہیں۔

۱ ۔ عام انسان جسمانی پیدائش سے پہلے دنیا والوں سے مخفی رہتے ہیں۔ کسی کو علم نہیں ہوتا کہ کون پیدا ہوگا۔ خود انسان کو اپنے بچپن کے واقعات کا علم نہیں ہوتا ارشاد قرآنی ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ (الدھر ۲-۱)

مگر انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لانے سے بھی پہلے ادراک شعور اور سمجھ بوجھ کے ساتھ موصوف ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا گیا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی وجبت لك النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن۔

اس حدیث کی تشریح استاذ محترم مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ یوں فرماتے ہیں:

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہمیں اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ کمال نبوت آپ کو اس وقت حاصل ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام انسانی صورت پر استوار بھی نہ ہونے پائے تھے اور اس وقت انبیاء علیہم السلام سے آپ کے لئے ایمان و نصرت کا عہد بھی لیا گیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی رسالت عامہ اس کو بھی شامل ہے۔ اس لحاظ سے سب سے پہلے نبی آپؐ ہوتے مگر چونکہ جسد عنصری کے لحاظ سے سب سے آخر میں آپ کا ظہور ہوا ہے۔ اس لئے آپ آخر الانبیاء بھی کہلاتے مگر اس معنی سے نہیں کہ آپ

کو نبوت سب سے آخر ملی ہے بلکہ اس معانی سے کہ آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا ہے ورنہ منصب نبوت کے لحاظ سے آپ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد چالیس برس کی عمر سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں"۔ (ترجمان السنۃ جلد ۱ صفحہ ۳۸۱)

بلکہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان یہ لکھا ہوا تھا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ (ترجمان جلد ۱ صفحہ ۳۹۲)

مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کی مزید وضاحت اور تائید ہو جائے گی اس واقعہ کو صحیح احادیث میں بیان فرمایا ہے:

و قد صح ان ادم لقیہ موسیٰ علیہ السلام فقال لہٗ انت الذی خلقک اللہ بیدہٖ و نفخ فیک من روحہٖ واسجد لک ملائکہ واسکنک جنۃ فلم عصیتہ قال لہٗ یا موسیٰ انت الذی اتخذک اللہ کلیما وانزل علیک التوراۃ الم تر فیھا وعصی ادم ربہٗ قال لہٗ موسیٰ نعم فقال لہٗ فی کم سُنتہ وجدت الذنب قدر علی قبل فعلہ قال لہ کتب علیک قبل ان تفعلہٗ بخمس الف سنتہ قال یا موسیٰ افتلومنی علی ذنب قدر علی قبل ان افعلہٗ بخمسین الف عام (الدرۃ الفاخرۃ صفحہ ۱۶)

ترجمہ:- یہ درست ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے تو ان سے کہا کہ آپ وہ بابرکت ذات ہیں کہ آپ کو مولیٰ کریم نے اپنے (دستِ قدرت) سے پیدا کیا اور اپنا روح آپ میں پھونکا اور

آپ کے لئے ملائکہ کو سجدے کا حکم دیا اور آپ کو اپنی جنت میں ٹھہرایا۔ پھر آپ نے خدا کا حکم کیوں نہ مانا حضرت آدمؑ نے جواب دیا کہ اے موسیٰ خداوند کریم نے آپ کو اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا آپ پر توریت نازل ہوئی آپ نے اس توریت میں یہ نہیں پایا کہ حضرت آدم نے اپنے رب کی بات بھول کر چھوڑ دی۔

حضرت موسیٰ نے کہا ہاں میں نے یوں لکھا ہوا پایا ہے۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا تو آپ نے کتنا زمانہ پہلے اس کو لکھا ہوا پایا حضرت موسیٰ نے فرمایا ۵۰ ہزار سال قبل تو آدم نے فرمایا پھر آپ مجھے کس طرح ملامت کر سکتے ہیں ایسا کام کرنے پر جو ۵۰ ہزار سال پہلے ہی لکھا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہزاروں برس کا وقفہ ہے پھر ان کا شعور اور ادراک جسم کے علاوہ بھی پایا گیا ہے۔ اور ان کی اس گفتگو کو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

لفظ نبوّت کی تشریح

نبی عربی کا لفظ ہے جو نبوت سے مشتق ہے۔ نبوت کا معنیٰ بلندی ہے۔ چونکہ نبی بھی غیر نبی سے تخلیقی اور تشریعی اعتبار سے بلند مقام پر اللہ کریم کے حکم اور مہربانی سے فائز ہوا کرتا ہے اس لئے نبی کو نبی فرمایا علیہ السلام جیسا کہ قطب الارشاد، مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔

> "وپیدا است کہ نبی را ازاں گویند کہ از ہمہ غیر انبیا
> قدر بلند دارد وچرا کہ نبوت بلندی را گویند"
>
> (امداد السالکین صـ ۸۳)

ترجمہ :- یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے سب انسانوں سے بلند و بالا مقام رکھتا ہے اس لئے کہ نبوہ بلندی کو کہتے ہیں ۔

حضرت شاہ ولی اللہ مقام نبوت کو بیان فرماتے ہیں :-

فان للنبی صلی اللہ علیہ و سلم وجہین وجہ یاخذ عن اللہ تعالیٰ ووجہ یعطی الخلق ۔ (اعتقاد نامہ صـ۳۲)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو چہرے ہیں ایک چہرے کے اعتبار سے خداوند کریم سے لیتے ہیں اور ایک کے اعتبار سے مخلوقات کو دیتے ہیں ۔

"حقوق نبوّت"

حقوق نبوت میں دو حق اس قدر اعلیٰ اور اشرف اور اس قدر ضروری ہیں کہ ان پر ایمان لائے بغیر رسالت پر ایمان نہیں رہ سکتا ان میں سے پہلا حق ۔ نبوت کے ابدی ہونے پر ایمان لانا ہے یعنی جس طرح اللہ تعالےٰ کے ایک سچے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے اس طرح یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہ آج بھی نبی ہیں قرآن کریم نے سب کو سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا حکم فرمایا ۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (بقرہ)

اب اس وقت کے مسلمانوں کے لئے سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ ان حضرات علیہم السلام کو نبوت سے موصوف یقین کیا جائے چنانچہ علمائے عقائد اسلام نے فرمایا :-

قال اهل السنة والجماعة ان النبوة لاتزول بالذنب ولا يجوز العزل عن النبوة وقالت المتقشفة- ان النبی یصیر معزولا بالذنب وکذلك بالموت و هذا کفر ولان النوم یقوم مقام الموت کما قال النوم اخ الموت ثم اجمعنا علی انه لا یصیر معزولا ثم لو کانت النبوة مما تزول بالموت لکان لا یصح الایمان بقول محمد رسول اللّٰہ و یقتضی ان یقول کان محمد رسول اللّٰہ۔ (التمہید ص۸)

ترجمہ :- اہلِ سُنّت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اگر بالفرض نبی سے کوئی گناہ سرزرد ہو جاتے تب بھی اس سے نبوت کو نہیں چھینا جاتا۔ اسی طرح جب کہ نبی علیہ السلام پر موت طاری ہوگی تو اس موت سے بھی نبوت پر اثر نہ پڑے گا۔ بلکہ وہ اب بھی اسی طرح نبی ہے جس طرح اس جہان میں نبی تھا۔ جیسا کہ نیند کے وقت بھی نبی ہی رہتا ہے۔ موت کو بھی نیند کا بھائی کہا گیا ہے" یعنی جس طرح نبی علیہ السلام کی نیند اور عام انسانوں کی نیند بظاہر نیند ہی ہے مگر عام لوگوں کا تو وضو تک ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر انبیاء علیہ السلام پر نیند اثر انداز نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ نیند کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں پاتے۔ اسی طرح عام انسانوں اور انبیاء علیہم السلام پر موت آجاتی ہے۔ سب ان کو یوں سمجھ لیتے ہیں۔ مگر عام انسانوں کے سب کمالات سلب ہو جاتے ہیں اور نبی اسی طرح نبی رہتا ہے" علیہ السلام" اس لئے موت پر انبیاء علیہم السلام کو نبوت سے معزول سمجھ لینا فرقہ متقشفہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے۔

تو اگر نبوت موت کی وجہ سے دور ہو جاتی تو اب ہم کلمہ اسلام میں اقرار رسالت جو کر رہے ہیں یہ عقیدہ نہ ہوتا بلکہ ایک گذشتہ بات کی خبر ہوتی یعنی آج بھی محمد رسول اللہ کا معنی "محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں" نہ ہوتا بلکہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے رسول تھے" ہوتا (نعوذ باللہ منہ) امت موجود ہے اور نبی غیر موجود۔ اللہ تعالےٰ ایسے عقیدے سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے مفسر القرآن شارح تفسیر القرآن بیضاوی شیخ زادہ فرماتے ہیں:

ذهب مشائخ الحنفية الى ان الرسل والانبياء عليهم السلام بعد انتقالهم من هذه الدار رسل و انبياء حقيقتة۔" (نظم الفوائد شیخ زادہ مصری ص۶۶)

ترجمہ :۔ علمائے احناف کا یہ مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس دنیا سے انتقال کے بعد بھی رسول ہی ہیں۔

۳۔ اور یہ بات حقیقت ہے مجاز نہیں کہ پہلے تو واقعی رسول تھے اب ان کو مجازاً رسول کہا جا رہا ہے بلکہ اب بھی اس طرح رسول اور نبی ہیں۔ علیہم السلام۔

نوٹ :۔ ابو نصر وائلی م ۴۴۴ھ نے یہ عقیدہ باطلہ شائع کرنے کی کوشش کی کہ جب کوئی نبی علیہ السلام دنیا سے سفر کر جاتا ہے تو اس کی نبوت بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی دعوت بھی ختم ہو جاتی ہے دوسرے الفاظ میں اس لعین کا عقیدہ یہ تھا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اب نبی اور اب رسول نہیں رہے۔ اس لئے پانچویں صدی کے علماء کرام نے اس عقیدہ کی پر زور تردید کی امام الحرمین رحمہ اللہ نے اس سب بحث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابدی نبی ہونا اہل حق کا مذہب ہے جو اس کے خلاف دوسرا عقیدہ اختیار کرے یا اپنے غلط عقیدے کو علمائے حق کی طرف منسوب کرے"۔ فعلیہ لعنتہ اللہ و الملائکتہ والناس اجمعین"

(السیف الصقیل از علامہ کوثری مصری ص۵۵)

دوسرا حق یہ ہے کہ:

کمالات نبوت اور درجات نبوت کو بھی اس طرح وہبی یقین کرنا ہے قرآن کریم کا ارشاد عالی ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ)

یعنی انبیاء علیہم السلام کو:۔

ا۔ ہم نے ہی آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت دی جیسا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نبوت اور رسالت میں تو سب کے برابر مگر اللہ تعالیٰ کے شرف مکالمہ میں دوسرے انبیاء سے ممتاز ہیں۔

ب۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تے سب انبیاء علیہم السلام سے اور ارفع درجات کے مالک ہیں جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انفرادی طور سے ہر ایک نبی سے اعلیٰ ہیں۔ اسی طرح سب انبیاء علیہم السلام سے مجموعی طور پر بھی اشرف وافضل ہیں۔ ساتویں صدی میں علامہ عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی نے یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انفرادی طور سے تو جملہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ مگر مجموعی طور پر ان سے افضل نہیں۔ علمائے وقت نے ان کو متنبہ

کیا تو دوبروقت سنبھل گئے۔ اور اس غلط عقیدہ سے محفوظ رہے رحمۃ اللہ تعالےٰ۔ (ظ از المجالس از شہاب ص۱۱۵)

نبی کی بشری خصوصیات

غیر نبی پر تو عناصر غالب ہیں۔ مگر نبی عناصر پر نہ صرف غالب ہوتا ہے بلکہ بامر خداوندی حکمران ہوا کرتا ہے۔ عناصر کے چار اصول ہیں، آگ، پانی، ہوا مٹی مگر آگ دوسروں کو جلاتی ہے لیکن نبی کا ایک بال تک نہیں جلا سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلا سکی۔ پانی میں دوسرے انسان ڈوب جاتے ہیں۔ مگر نبی پانی کو خشک کر کے اس سے سڑک بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کریم کے حکم سے بحیرۂ قلزم میں بارہ راستے بن گئے۔ ہوا کسی کے تصرف میں نہیں مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا قرآن کریم میں یہ سب واقعات موجود ہیں۔ مٹی تو اس قدر مسخر ہوتی ہے کہ اس دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو نہیں چھو سکتی اس کو علامہ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الفاظ میں یوں فرمایا ہے:

> "جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پر اسرار مخفی قوت ہمارے کالبد خاکی پر حکمران ہے اور ہمارے اعضأ و جوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں اسی طرح نبوت کی روح اعظم اذن الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے اور روحانی دنیا کے سنن و اصول عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آ جاتے ہیں۔ اس لئے وہ چشم زدن میں فرش زمیں سے عرش بریں تک

عروج کر جاتی ہے۔ سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے۔ چاند اس کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند خشک روٹیاں ایک عالم کو سیر کر دیتی ہیں اس کی انگلیاں پانی کی نہریں بناتی ہیں۔ اس کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہیں اور مردے جی اٹھتے ہیں۔ وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ و بالا کر سکتا ہے، کوہ و صحرا، بحر و بر، جاندار اور بے جان بحکم الٰہی سب اس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ بندہ اور بشر ہوتا ہے اور اس سے یہ جو کچھ عجائب قدرت ظاہر ہوتے ہیں اس کا نہیں بلکہ اس کے رب کا فعل ہوتا ہے اور اس کی مشیت اور قدرت سے پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں یا اللہ کریم کی طرف سے اس کے لیئے ظاہر کیئے جاتے ہیں۔"

(سیرۃ النبی ج ۳ ص)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بلندی بدنی اعتبار سے دوسرے انسانوں سے واضح تھی۔ بدن انور دوسرے انسانوں سے ممتاز اور اعلیٰ تھا محدث کبیر حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

" و خصوصیات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در بدن مبارکش دادہ بودند آں بود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از پس پشت خود میدیدند چنانچہ از پیش روئے خود میدیدند و در شب و در تاریکی چناں میدیدند کہ بروز در روشنی و ہیچ کس اثر فضلہ ایشاں را بر روئے زمین ندیدہ زمین می شگافت و فرو می برد و از مکاں بوئے مشک می شمیدند و در وقت تولد ایشاں نورے متشعشع شد کہ بہ سبب آں شہر ہائے شام

مادر ایشاں رانمودار شد" وسایہ ایشاں بر زمین نے افتاد

ترجمہ :- وہ خصوصیات جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کریم کی طرف سے ان کے بدن مبارک میں عنایت ہوئی تھیں ان میں بعض یہ ہیں۔ اپنے پیچھے کی چیزیں بھی اسی طرح دیکھ لیا کرتے تھے جس طرح آگے والی چیزیں دیکھا کرتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں جس طرح کہ روشنی میں۔ کسی آدمی نے جناب کے فضلہ کو زمین پر نہیں دیکھا جہاں جناب پیشاب فرماتے تھے زمین پھٹ کر وہ نیچے چلا جاتا اور وہاں خوشبو کستوری کی آتی۔ آپ کی پیدائش سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے شام کے شہر نظر آنے لگے اور آپ کا سایہ بھی زمین پر نہ پڑتا تھا" (تفسیر عزیزی سورۃ والضحیٰ)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر ہر اعتبار سے دوسرے تمام انسانوں سے ممتاز تھا آپ کے حواس ظاہریہ اور باطنیہ تمام لوگوں سے اعلیٰ اور افضل تھے جیساکہ سمع نبی صلی اللہ علیہ وسلم " حضرت ابوایوب انصاری راوی ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ دوپہر کو گھر سے نکلے تو آپؐ کے کانوں میں آواز آئی۔ فرمایا کہ یہ یہود پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ بخاری کتاب الجنائز)

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! جو میں سن رہے ہو! عرض کی نہیں یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا کہ تم سن سکتے کہ مردوں پر عذاب ہو رہا ہے۔" (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۳۰۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت شامہ ایک دفعہ آپؐ صحابہ کرام کے ساتھ کسی طرف کو تشریف جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک سخت بدبو پھیلی فرمایا جانتے ہو یہ کیسی بدبو ہے ؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔

(مسند امام احمد)

ذائقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک انصاری صحابی کہتے ہیں کہ ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کی شرکت کے لئے نکلے میں نے دیکھا کہ آپ قبر کے اوپر سے گورکن کو یہ ہدایت فرمانے جاتے تھے دیکھنا ذرا پائنتی کی جانب سے اور کشادہ کرنا ذرا سرہانے کی جانب سے کشادہ کرنا۔ جب اس دفن کر کے واپس ہوتے تو سامنے سے اس کی بیوی کی جانب سے آپؐ کو بلانے کے لئے ایک شخص آیا آپ اس کے ساتھ ہو لئے۔ اس وقت ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ حسب دستور پہلے آپؐ نے کھانے کے لیئے ہاتھ بڑھایا اس کے بعد صحابہؓ نے ہاتھ بڑھائے اور کھانا شروع کیا۔ ہم نے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لقمہ چبا رہے تھے مگر نگلتے نہیں۔ اس کے بعد فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوشت کسی ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی ہے۔ میت کی بیوی نے جواباً کہلا بھیجا یا رسول اللہ واقعہ تو یہ ہے کہ میں نے نقیع کے بازار میں جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں۔ ایک آدمی بھیجا تھا تاکہ وہ ہمارے لیئے ایک بکری خرید لائے جب وہاں بکری نہ ملی تو میں نے اپنے ایک پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا۔ اس نے ایک بکری خریدی تھی کہ جس قیمت میں اس نے وہ خریدی تھی۔ اسی قیمت میں وہ مجھے بھیج دے اتفاقاً وہ نہ ملا۔ پھر میں نے اس کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا۔ اس نے یہ بکری مجھ کو بھیج دی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو اس کھانے کو قیدیوں کو کھلاؤ۔ (ابی داؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کا ایک کرشمہ

عن عائشۃ رضؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلس یوم الجمعتہ علی المنبر فقال للناس اجلسوا فسمعہ عبداللہ بن رواحتہ وھو عنتم فجلس فی مکانہ رواہ البیھقی و ابو نعیم کما فی الخصائص

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب ممبر پر خطبہ کے لئے بیٹھے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آپ کی یہ آواز عبداللہ بن رواہ کے کان میں پہنچ گئی۔ اس وقت وہ بکریوں میں تھے۔ آپ کی آواز کا سننا تھا کہ وہ فوراً وہیں بیٹھ گئے۔ (الخصائص)

عن عبدالرحمٰن بن معاذ التیمی قال خطبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنی نفتحت اسماعنا دفی لفظ نفتح اللہ اسماعنا حتی ان کنا لنسمع ما یقول و نحن فی منازلنا رواہ ابن سعد کما فی الخصائص

ترجمہ :۔ عبدالرحمٰن بن معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ہمارے سامنے خطبہ دیا تو اس کو سننے کے لئے اللہ کریم نے ہمارے کان اسی طرح کھول دئیے تھے کہ ہم تمام حجاج جہاں جہاں بیٹھے ہوتے تھے۔ آپ کی آواز سب وہیں سن رہے تھے۔ (خصائص)

نبی کا وزن

انبیاء علیہم السلام کا جسد بظاہر گوشت پوشت کا ہوا کرتا ہے۔ مگر اس میں وحی کی عظمت کا وزن اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ کائنات اس کو اٹھانے سے قاصر ہوتی ہے صحیح احادیث میں ہے کہ ایک دفعہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ

پر تشریف لے گئے تو وہ لرز اٹھا" ظاہر ہے کہ جب قرآن مجید کے متعلق قرآن کریم ہی کا ارشاد ہے کہ اگر اس کو ہم پہاڑوں پر نازل کرتے تو وہ پہاڑوں پر نازل کرتے تو وہ پہاڑ بھی خشیت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتے تو جس ذاتِ عالی پر وہ قرآن نازل ہوا اس کا وزن بہت ہی زیادہ ہوگا۔ وحی کا وزن ہونا روایات صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ اس صحابی پر بھی وحی کا وزن اثر انداز ہوا جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی زمام پکڑی ہوئی تھی۔ وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی تھی آج بھی موجود ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان موجود ہیں۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وحی نازل ہونے کے بعد میرا وزن ایک ہزار انسانوں سے زیادہ ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ)

اسی مختصر سی تمہید سے یہ بات واضح ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام باوجود "بشر" ہونے کے ان صفات سے موصوف ہیں کہ دوسرے انسان اس سے موصوف نہیں ہو سکتے خداوند قدوس نے اپنے مطیع بندوں کی زندگی اور موت کے حالات کو نافرمانیوں کی زندگی اور موت کے حالات سے ممتاز کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ

(پ ۲۵ سورۃ الجاثیہ ع ۲۱)

کیا گمان کر لیا ان لوگوں نے جنہوں نے گناہ کیئے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح کریں جو ایمان لاتے اور نیک کام کیئے ان کی زندگی کے حالات اور موت کے حالات برابر ہوں گے ان کا یہ گمان غلط فیصلہ ہے

تو جب بیان سابق مدلل طور پر ثابت ہو گیا کہ حکومت کے بعد بھی روح کا تعلق بدن سے رہتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد روح مبارکہ سے روح کا تعلق

کیوں نہ ہوگا جب کہ ان کے اجساد بالکل سلامت رہتے ہیں۔

علم دلائل النبوّت

محدثین کرام نے جس طرح سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عنوان پر تفصیلی روایات کو جمع فرمایا ہے۔ اسی طرح دلائل النبوۃ کے عنوان سے ایک مستقل موضوع اختیار فرمایا جس میں ان تمام احادیث کو جمع فرمایا جن کا تعلق سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ عالیہ، مقام فضیلت اور امتیازی شان سے ہے۔ جیسا کہ :-

دلائل النبوۃ — از عبداللہ بن مسلم معروف ابن قتیبہ م ۲۷۶ھ
دلائل النبوۃ — از امام ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق م ۲۸۵ھ
دلائل النبوۃ — از امام ابو نعیم اصبہانی م ۴۳۰ھ
دلائل النبوۃ — از ازجعفر بن محمد المعروف بالمستغفری م ۲۸۵ھ
دلائل النبوۃ — از امام کبیر محدث بیہقی م ۴۵۸ھ
دلائل النبوۃ — از اسماعیل بن محمد اصبہانی ملقب قوام السنۃ م ۳۵ھ
دلائل النبوۃ — از ابوبکر محمد بن حسن المقری الموصلی م ۸۵۱ھ

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

اسی طرح علماء ملت اسلامیہ نے ان تمام خصائص کو علیحدہ بیان فرمایا جن کا تعلق سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ ہے یعنی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہی حق نہیں کہ آپ پر ایمان لا کر اپنے آپ کو ان کے دیگر حقوق سے یہ بات امام تقی الدین ابوبکر بن محمد الحصنی م ۸۲۹ھ نے اپنی کتاب قمع النفوس میں ذکر فرمائی ہے۔ آج بھی اگر غور سے دیکھا جاتے تو

اکثر وہ فتنے جو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس آیت کی تحریف معنوی کرتے ہیں جس سے شانِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوتی ہے اور ہر حدیث کو ضعیف یا موضوع کہہ دیتے ہیں اور ہر اس محقق عالم با عمل کو بے دین تک کہہ دیتے ہیں جو شانِ رسالت کا شیدا ہو۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مَعَھُمْ۔

احقر کی ایک کتاب شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم زیر ترتیب ہے اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق بخشے۔

علماء اسلام نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مداح اور نعت و فضیلت میں علیحدہ مستقل اور مفصل کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ :۔

(۱) یحییٰ بن یوسف حنبلی م ۶۵۵ھ نے صرف مدح رسالت مآب میں ایک کتاب لکھی جو بیس جلدوں میں ہے۔ (طبقات حنابلہ ۲ ص ۲۶۳)

(۲) علی بن امیر مصری م ۷۳۹ھ نے اپنے ترکہ ۵۰ جلدیں چھوڑیں جو سب کی سب مدح رسالت پر مشتمل تھیں (درر کامنہ) جلد ۳ ص ۲۵)

(۳) حافظ ابو سعید عبد الملک نیشاپوری نے ایک کتاب شرف المصطفیٰ آٹھ جلدوں میں لکھی ہے م ۴۰۶ھ)

اگر اپنے آپکو یوں کہہ کر بری کر دیں یوں کہہ کر بری الذمہ کر لیا جائے کہ وہ بھی ہم جیسے ایک انسان ہی تھے، بلکہ آپ کے کئی حقوق ہیں جن پر ایمان لانا اسی طرح ضروری ہے۔ جس طرح ذاتِ اقدس پر ایمان لانا ضروری ہے اس عنوان پر بھی علماء حدیث نے کئی کتابیں مرتب فرمائیں جن میں سے متداول اور مشہور کتاب کتاب الشفا فی بیان حقوق المصطفیٰ ہے۔ جس کی عربی زبان میں بیس مستند شروح تو اس سیہ کار کے علم ہیں۔ فارسی۔ اردو۔ ترکی۔ زبان میں بھی اس کی شروح لکھی گئی ہیں

خود خصائص کے موضوع پر علمائے اسلام نے علیحدہ اور مستقل کتابیں لکھی ہیں۔
امام جلال الدین سیوطی نے بیس سال کی محنت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام خصائص
کبریٰ ہے اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ایک ہزار سے زیادہ
بیان فرمائیں۔

سراج الدین بن عمر بن علی شافعی م ۸۰۳ھ نے اور عبدالرحمٰن بن عمر
البقلینی م ۸۲۴ھ نے بھی اسی موضوع پر مستقل کتابیں تحریر فرمائیں۔ علامہ
ابن حجر عسقلانی کی کتاب الانوار بخصائص المختار اور قطب خیفری اور یوسف بن
موسیٰ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس پاکیزہ موضوع پر لکھنے کی سعادت حاصل
کی ہے۔

احقر کی کتاب مقام محمود اسی موضوع پر اردو زبان میں پہلی کتاب ہے
اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

دین اسلام کے خلاف

جس قدر فتنے اٹھتے ہیں وہ سب اسی لئے اٹھتے ہیں کہ جناب رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور توقیر کو کم کرنے کی بعض بدبختوں نے کوشش
کی اور لوگوں کے دلوں میں یہ باور کرانے لگے کہ بس سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ایک انسان تھے۔ اللہ کا پیغام لاتے اور دے کر چلے گئے۔ حالانکہ یہ بات
صرف اسی پر ختم نہیں ہوجاتی۔ بلکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سراپا قرآنی
ہدایت کا نمونہ ہے۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا کھانا پینا سب نبوت تھا۔
آپ کی خدمت میں جبریل آئیں عائشہ صدیقہ کے بستر پر بھی حاضر ہوتے آپ
کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ نبوت ہی ہے علماء کرام نے آپ کی شب و روز کی

حیات مبارکہ پر علیحدہ اور مستقل کتابیں لکھیں ہیں۔ جن میں سے امام نسائی م ۳۰۳ھ، ابن السنی م ۳۶۴ھ امام منذری م ۶۴۵ھ امام جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ مشہور و معروف ہیں، اس لئے ہر اس چنگاری کا بجھانا ضروری ہے جو خرمن ادب رسالت کو جلانے کا ارادہ رکھتی ہو۔ جیسا کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے زمانہ میں بعض بدبخت قرآن شریف ہر اس آیت کو زیادہ پڑھتے تھے جس سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ کمی واقع ہونے کا ظاہری احتمال ہو ان میں سے امام اپنی نماز جہری میں سورہ عبس زیادہ پڑھتا تھا جب حضرت عمر فاروق کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اس کو سزا دی۔"

انبیاء علیہم السلام کے اجساد کا سلامت رہنا

انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو مٹی نہیں کھا سکتی اور وہ اسی طرح بلا کمی کے باقی رہتے ہیں۔ جس طرح اس سے پہلے تھے اور ان کی اس بقاء کا سبب اور کوئی امر نہیں نہ کوئی دوائی اور مصالحہ اور نہ ہی زمین کی تاثیر ہے بلکہ خود ان کے پاک وجودوں کی حیات اور زندگی ہے۔ جس طرح غیر انبیاء کا وجود بھی مٹی کی دست و برد سے محفوظ اور سالم رہتا ہے اگرچہ وہ کئی سال تک زمین پر مٹی ہی میں پڑا رہے۔ جبکہ ان میں حیات ہو۔

جیسا کہ قرآن کریم میں "اصحٰب کہف" کا قصہ موجود ہے کہ وہ تین سو نو برس تک زمین پر ہی پڑے رہے مگر ان کے ابدان کو مٹی خراب نہ کر سکی کہ وہ سو رہے تھے۔ اسی طرح انبیاء کرام کے اجسام کو مٹی اس لئے نہیں کھا سکتی کہ وہ زندہ ہیں جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا ہے کہ:

حیات کو موجب حرمت کہیئے اور حرمت کو احترام پر مبنی رکھیئے۔

(رسالہ آب حیات ص۲۹)

قرآن کریم میں یہ امر صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ فنا نہیں ہوتے اور مٹی کی تاثیرات سے وہ محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ قرآن کریم میں موجود ہے فرمایا:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ (السباء ع۱۴)

ترجمہ :- پھر جب ہم نے مقرر کیا اس پر موت کو نہ جتلایا۔ ان کو اس کا مرنا مگر کیڑا گھن کا کھاتا رہا۔ اس کا عصا — حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت اس حال میں ہوئی کہ آپ اپنے عصاء پر تکیہ لگائے ہوتے تھے ان کی موت سے آپ کے بدن پر کوئی ایسا اثر نہ ہوا کہ دیکھنے والے آپ کی موت سمجھ سکتے حتیٰ کہ جنات بھی نہ سمجھ سکے تا آنکہ وہ گھن کا کیڑا ان کے عصا کو کھا گیا اور آپ کی موت کا علم جنات کو آپ کے گر جانے سے ہوا۔

اب سوال یہ ہے کہ گھن کے کیڑے کے سامنے دو چیزیں تھیں ایک تو خشک لکڑی کی لاٹھی اور دوسری ایک گوشت پوست والے انسان کا جسم جس میں نم تھی، تری موجود تھی تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ پہلے گوشت اور خون والا بدن کیڑے کا شکار ہوتا نہ کہ خشک لکڑی جس میں تری اور نم موجود نہ تھی۔

یہ بات صاف بتا رہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام سلامت رہتے ہیں ان کو مٹی نہیں کھا سکتی۔

فائدہ :- خَرَّ کا لفظ قرآن کریم میں جان دار انسان کے گرنے کے لئے آیا ہے :-

خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا **ترجمہ** :- حضرت موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے حضرت یوسف کے بھائی ان کے سامنے سجدہ میں گر پڑے

خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (یوسف)

حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خررت لا ستی یں اپنے چوتڑوں کے بل گر پڑا قرآن کریم میں حضرت عزیز علیہ السلام کا واقعہ بھی موجود ہے جو درج کیا جاتا ہے۔

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (بقرۃ)

ترجمہ :- پھر مردہ رکھا اس (عزیز علیہ السلام) کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو کہا کتنی دیر رہا بولا رہا میں ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ رہا تو سو برس۔ پس دیکھ اپنا اور پینا سڑ نہیں گیا۔ اور دیکھ اپنے گدھے کو ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ارشاد بالا میں مندرجہ ذیل امور بصراحت موجود ہیں

(۱) موت فنا کامل کا نام نہیں ورنہ سو سال تک مردہ رکھنے سے کیا مطلب

(۲) گدھے پر موت کا اثر ہوا کہ اس کی ہڈیاں اور چمڑا بھی گل گیا۔

(۳) عزیز علیہ السلام کے وجود اقدس پر کوئی اثر نہ ہوا شاید اس لئے کہ وہ نبی

علیہ السلام کے بدن کا جزو بننے والا تھا۔
فائدہ :۔ نبی علیہ السلام کو ۱۰۰ سال تک اللہ تعالیٰ نے مردہ رکھا۔ مگر آپ کا جسم بالکل نہ گلا۔ سعودی عرب کے جلیل القدر مفسر علامہ عبدالحمید الخطیب نے فرمایا :

فاماته الله من وقته وظل على حاله ميتامائة عام دون ان يبلى جسمه (تفسیر الخطیب جلد ۳ صفحہ ۲۷)

(۳) یہ واقعہ حضرت عزیز السلام کا ہے :
بروایت حاکم از علی اور بروایت اسحاق بن بشر عن عبداللہ بن عباس کہ یہ عزیز علیہ السلام ہیں (بیان القرآن)
حضرت جرجیس علیہ السلام کو پکا کر جلایا گیا مگر پھر اٹھ کر سالم کھڑے ہو گئے۔ (خازن آل عمران ص ۳۵)
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب کہ سوس فتح ہوا تو وہاں جا کر یہ معلوم ہوا کہ حضرت دانیال نبی علیہ السلام کا جسم مبارک ایک بہت بڑے ٹب میں پڑا ہوا ہے اور اس کے قریب کافی مال و دولت پڑی ہے جس کے ساتھ ایک مضمون ہذا کی تحریر موجود ہے کہ :

"اس مال سے جس کسی کی ضرورت ہو قرض لے جائے
ضرورت پوری ہونے پر قرض واپس کر دے۔
اگر کوئی ایسا نہ کرتا تو کوڑھی ہو جاتا۔"

"حضرت ابو موسیٰ اشعری نے سارا واقعہ حضرت خلیفۃ المسلمین کو لکھ بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ مال بیت المال میں جمع اور جسم اطہر بعد صلوٰۃ کے دفن کر دیں۔"

اس روایت کو ابو عبید ثقفی م ۲۲۴ھ نے اپنی کتاب "کتاب الاموال" میں ذکر فرمایا ہے۔ ص ۲۴۳۔

حضرت دانیال علیہ السلام کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ۷ سو سال پہلے کا ہے۔ تو گویا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے یہ واقعہ چودہ سو برس پہلے کا ہے۔ حضرت دانیال کا جسد اطہر چودہ سو برس تک باہر رہا اور صحیح و سالم رہا۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسد اطہر پورا سال زمین پر کھڑا رہا۔ مگر اس میں مٹی اور اس کے حشرات اثر نہ کر سکے۔ حضرت عزیز السلام ۱۰۰ برس زمین پر رونق افروز رہے۔ یہ سب دلائل ہیں جن کا تعلق تاریخی شہادت سے ہے۔

سوال : دنیا میں کئی انسانی ڈھانچے سالہا سال کے بعد موجود ہوتے ہیں۔ اور اب بھی لاشوں کو ممی کر کے رکھا جاتا ہے جو سالہا سال تک باقی رہتی ہیں۔

جواب : جسد سے مراد صرف ظاہری ڈھانچہ نہیں ہے بلکہ سارا جسم اپنے اعضا کے ساتھ مراد ہے۔ جو ڈھانچہ ملتا ہے اس میں نہ تو انتڑیاں ہیں اور نہ دل گردہ ہوتا ہے۔

(۲) انسانی تصرف کے بغیر صرف انبیاء کرام کا جسم ہی صحیح و سالم رہ سکتا ہے یا دوسرے مقربان بارگاہ خدا کے اجسام کرامت کے طور پر محفوظ اور سالم رہتے ہیں۔

(۳) حدیث شریف میں "علی الارض" آیا ہے جس سے مراد زمین پر رہنا ہے۔ یہ لاشیں تو زمین اور مٹی کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے شیشے کے کور (ملاحظہ) میں یا لکڑی کے تابوت میں ہیں جن کو کیمیاوی طریقے سے رکھا

جاتا ہے۔ اب بھی ان لاشوں کو اگر زمین پر چھوڑا جائے تو زمین اور مٹی فوراً ان کو ہڑپ کر دی جائے گی۔

اسی طرح ۵۱۳ھ میں حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق حضرت یعقوب علیہم السلام کی قبور ظاہر ہو گئیں مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے زیارت کا شرف حاصل کیا سب کے پاکیزہ جسم بالکل صحیح و سلامت تھے۔

(العبر ص ۲۹)

حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر قرآن مجید میں

(۱) پہلے گذر چکا ہے کہ شہدا کو قرآن کریم نے زندہ کہا اور ان کو مردہ کہنے، مردہ سمجھنے سے منع فرمایا تو جب کہ شہدا کا مقام انبیاء علیہم السلام سے بہت ہی پست اور کم ہے اور اس کے باوجود ان کو زندہ کہا تو انبیاء علیہم السلام یقیناً قرآنی ارشادات میں زندہ ہیں ان کو مردہ کہنا اور مردہ سمجھنا عام انسانوں کی طرح درست نہ ہوگا اس پر کافی بحث گذر چکی ہے حافظ الحدیث ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ:-

و اذا اثبت انهم احياء من حيث النقل فانه يقويه من حيث النظر كون الشهدا احياء بنص القرآن والانبياء افضل من الشهدا۔ (فتح الباری)

جب کہ انبیاء کا زندہ ہونا دلیل نقلی سے ثابت ہو گیا تو یہی بات عقل سے بھی با دلیل ثابت ہے کہ انبیاء کا مرتبہ بھی شہدا سے برتر ہے لہٰذا انبیاءؑ کا زندہ ہونا بھی ثابت ہوا علیہم السلام۔ (فتح الباری)

۲۔ قرآن کریم میں ہے اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو یہ فرمایا:۔

وَ اسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (زخرف ۴۵)

ترجمہ:۔ اور پوچھیں آپ ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے کیا ہم نے رحمٰن کے بغیر اور معبود بنائے جن کی عبادت کی جاتے۔ (زخرف)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ سیّد انور شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ:۔

یستدل بہ علی حیوۃ الانبیاء علیہم السلام۔

(مشکلات القرآن صـ۲۳۴)

ترجمہ:۔ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات پر استدلال کیا گیا ہے۔
مفسّرین حضرات نے آیت بالا کی تفسیر جو فرمائی ہے اس کا خلاصہ درج ہے:۔

ا۔ حکیم الامتہ مولانا اشرف علی تھانوی نے آیت کا ترجمہ یہ فرمایا:۔
اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے۔

ب۔ تفسیر روح البیان میں ہے شب معراج جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے تو انبیاء کرامؑ اپنی اپنی قبر سے تشریف لے گئے اور آپ کے سامنے پیش کئے گئے (زخرف صـ۳۷۴)

ج۔ تفسیر درمنثور ج ۶ صـ۱۶ روح المعانی صـ۷۹ تفسیر جمل جلد صـ۸۸ شیخ زادہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۸ خفاجی جلد ۷ صفحہ ۴۴ میں یہ تفسیر موجود ہے

۷۔ جناب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا:۔

و ھذا فی الیلۃ التی اسری بہ الی السماء وصلی بسبعین نبیا مثل ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ نامراللہ نبیہ ان سلھم یا محمد اجعلنا من دون الرحمٰن الھۃ یعبدون (تفسیر ابن عباس ص—)

ترجمہ:۔ یہ واقعہ اس رات کا ہے جس رات کو آپ کو آسمان پر بلایا گیا۔ آپ نے ستر انبیاء کرام کو امامت کرائی جن میں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں تو آپ کو اللہ کریم نے حکم فرمایا کہ ان سے پوچھ لیجئے حضرت تھانوی رح نے اپنے ترجمۃ القرآن میں صاف انبیاء کرام کا ذکر فرمایا حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے اس تفسیر کی تصویب کرتے ہوئے بتایا کہ اس سے حیات انبیاء ثابت ہو رہی ہے۔

شارح بیضاوی صدرالدین قونوی نے اربعین کی شرح میں فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو من جانب اللہ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی طاقت عطا ہوئی تھی ورنہ اس حکم کا کیا فائدہ؟

(جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۳۱۸)

۳۔ قرآن کریم نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتَابَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِنْ لِّقَائِہٖ (الم سجدہ۔ ۲۳)

ترجمہ:۔ ہم نے موسےٰ کو کتاب دی سو آپ ان کی ملاقات میں شک نہ کریں۔

حضرت علامہ انور شاہؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:۔

ای من لقائک موسیٰ ای فی لیلتہ الاسراء ای

ترجمہ:۔ یعنی حضرت موسیٰ کے ساتھ آپ کی ملاقات اسراء کی رات ہوئی۔ یعنی آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیقت میں دیکھا نہ کہ خواب میں یا وجود مثالی میں علیہم السلام حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے فرمایا:۔
معراج کی رات میں ان سے ملے تھے اور بھی کئی بار ۱۲ موضح القرآن۔

احادیث دربارحیات انبیاءعلیہم السلام

اگرچہ یہ بات ظاہر ہے کہ روح تو ہر انسان کا باقی رہتا ہے، اور انبیاء کرام کے جسم بھی باقی ہیں تو اب برزخ میں، حیات جسمانی کے متعلق کیا شبہ ہو سکتا ہے مگر تاہم جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہایت ہی واضح ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ مقدمہ میں گذر چکا ہے۔ یہ روایت کہ انبیاءعلیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں متواتر ہے یعنی ہر زمانہ اس کو اتنے راوی بیان کرتے رہے ہیں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہے۔ چند احادیث مع ترجمہ درج کی جاتی ہیں یہ احادیث ۔ بخاری، مسلم، ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ اور دوسری کتب میں موجود ہیں۔

۱۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

ترجمہ:۔ انبیاء کرام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں

علامہ انور شاہؒ فرماتے ہیں۔

"حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ یہ روایت حضرت انسؓ

سے بھی ہے اور صحیح ہے۔ (فیض الباری جلد ۲ ص۱۱)

(۲) ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم لیلۃ اسری بہ مر علی موسیٰ علیہ السلام و ھو یصلی فی قبرہ۔

ترجمہ:۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات معراج کرایا گیا۔ آپ کا گذر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر ہوا جس میں آپ نماز پڑھ رہے تھے۔

(۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اتیت موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر و ھو قائم یصلی فی قبرہ۔

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شب اسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا آپ اپنی قبر میں لال ٹیلے کے قریب نماز ادا فرمارہے تھے۔

آپ نے اپنی آنکھوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام سلامت رہتے ہیں۔

۴۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قد رائیتنی فی جماعۃ من الانبیاء فاذا موسیٰ قائم یصلی فاذا رجل ضرب جعد کانہ من رجال شنوۃ و اذا عیسی ابن مریم یصلی اقرب الناس بہ شبہا عروۃ بن مسعود الثقفی و اذا ابراھیم قائم اشبہ الناس بہ صاحبکم یعنی نفسہ:

ترجمہ:۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو انبیاء کرام کی جماعت میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں آپ عروۃ بن مسعود ثقفی سے مشابہ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں؛

اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے:

اما الانبیاء علیہم السلام احیاء بالحیوۃ الحقیقۃ بدلیل صلوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ وصلوۃ النبی علیہ السلام بہم فی لیلۃ الاسراء ولقاءہ بہم ونص علی حیواتہم ابن عطیتہ والقضاعی۔

(اکمال شرح مسلم جلد ۶ صفحہ ۱۶۸)

ترجمہ:۔ انبیاء کرام حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اس کی دلیل حضرت موسےٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء کرام کو نماز باجماعت پڑھانا اور آپ کا ان سے ملنا ہے جیسا کہ ابن عطیہ اور قضاعی نے اس پر تصریح کر دی ہے۔

۵۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت تھی کہ آپ نے فرمایا کہ میں موسیٰ اور یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں وہ لبیک کہہ رہے ہیں یہ حدیث مسلم میں ہے محدث عصر حضرت انور شاہ نے فرمایا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں (عقیدہ الاسلام)

۶۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ

النفخة و فيه الصعقة فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة علی قالوا و كيف تعرض صلوتنا عليك و قد ارمت يقولون بليت فقال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء۔

ترجمہ:۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے سب ایام سے بہتر یوم جمعہ کا ہے اسی میں حضرت آدم بنائے گئے اور اسی دن ان کا سفر ہوا اور اسی دن میں صور پھونکا جائیگا۔ اور اسی دن قیامت سے پہلے بے ہوشی واقع ہو گی۔ پس تم اس دن سب سے بہتر عبادت جو عذاب سے بچاتے) مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو۔ اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اور پیش کیا جائیگا۔ صحابہؓ نے عرض کی حضرت زندگی میں تو درست معلوم ہوتا ہے مگر آپ کے دنیا کے سفر کر جانے کے بعد جب کہ آپ کا جسم بھی دوسرے عام انسانوں کی طرح باقی نہ رہے گا۔ تو آپؐ کس طرح ہمارا درود شریف سن سکیں گے؟

تو آپؐ نے فرمایا میں سن لوں گا۔ اس لئے کہ اللہ کریم نے زمین پر انبیاءؑ کرام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ اس کی وجہ مولانا خلیل احمد دیوبندی نے فرمائی ہے "اس لئے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں علیہم السلام (بذل المجہود ج ۳ ص ۱۶۰)

فائدہ:۔ (۱) متعدد روایات میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کو بیداری میں آسمان اور زمین میں دیکھا۔ اس لئے کہ انبیاء کرام زندہ ہیں" (نسیم الریاض ج ۲ ص ۱۴۹)

(۲) لفظ جسد قرآن کریم میں ذی روح کے لئے آیا ہے۔

(۳) امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت بخاری، مسلم، ابو داوؤد، نسائی ابن ماجہ نے روایت کی ہے یعنی یہ روایت اتنے بڑے محدثین کرام اور آئمہ حدیث کے ہاں بالکل ہے۔ (المنتقی از ابن تیمیہ ج ا ص۱)

(۴) اس حدیث کی شرح میں ہے کہ آپ کے دربار اقدس میں ہمیشہ صلوٰۃ و سلام پہنچتا رہتا ہے۔ جو کہ روضہ اقدس کے قریب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود سماع فرماتے ہیں، مگر دور سے خود فرشتے لے کر حاضر ہوتے ہیں۔

(عون المعبود ج ص۴۰۵)

(۵) علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے۔ کہ آپ کا ارشاد انبیاء کرام کی حیات سے کنایہ ہے۔ اس لئے کہ:

والمذھب ان الانبیاء احیاء حیٰوۃ حقیقتہ دنیاویۃ

ترجمہ:۔ اور صحیح مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام زندہ ہیں حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ۔

کتاب الحج میں حضرت شیخ قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔

ولا خلاف فیہ لاحد

ترجمہ:۔ اس مسئلہ میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔

امام سیوطی نے فرمایا:۔

والاحادیث تدل علی ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم حی بجسدہ و روحہ۔

ترجمہ:۔ احادیث سے پایا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسم اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں۔ (جواہر البحار جلد دوم ص۴۴۳)

۶۔ جمعہ کی رات کو درود شریف کی کثرت کا حکم کیوں فرمایا:۔

وقد نقل عن الامام احمد انہ قال یفضل لیلتہ

الجمعة علی لیلة القدر من جهة ان فیها حدث النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی رحم امنہ

ترجمہ:۔ امام احمد رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے اس لئے اعلیٰ و افضل ہے کہ اس رات کو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لانے کے لئے والد ماجد کی پشت سے والدہ ماجدہ کے رحم اقدس میں تشریف لاتے تھے۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ عربی قلمی)

سبحان اللہ وجہ ظاہر ہے لیلۃ القدر کو شرف اس لئے ملا کہ اس میں قرآن نازل ہوا۔ جس رات آپ عالم بشریت میں تشریف لائے وہ رات یقیناً لیلۃ القدر سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

(۷) اگر جناب کے ارشاد کا مطلب بدنی حیات نہ تھی بلکہ روح کی حیات تھی تو پھر صحابہ کرام کا سوال اور آپ کا جواب بالکل بے ربط ہو جاتا ہے

۲۔ عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود یشھدہ الملائکۃ وان احداً لن یصلی علی الا عرضت علی صلوتہ وسلامہ حتی یفرغ منھا۔

(رواہ ابن ماجہ المنتقی ۱۰۰)

ترجمہ:۔ ابو الدرداء سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مجھ پر جمعہ کے روز درود زیادہ پڑھیں اس لئے کہ یہ یوم مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو کوئی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس کی فراغت سے پہلے بہت جلد میرے ہاں

وہ صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے۔

(۷) ما من احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام (حیاۃ الانبیاء للسیوطی)

ترجمہ :- جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ کریم مجھ پر میرے روح کو جو کہ مشاہدہ ذات باری تعالیٰ میں محو ہوتا ہے لوٹا دیتا ہے۔ تاکہ میں بھی اس پر سلام کا جواب کہہ دوں"

نوٹ : (۱) اس حدیث کو امام ابن تیمیہ نے نقل کرنے کے بعد سلام کا طریقہ بتایا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد داخل ہوتے ہی یہ کہا کرتے تھے۔ السلام علیک یا رسول اللہ علیک یا ابوبکر السلام علیک یا ابت پھر واپس چلے جایا کرتے تھے۔

(رسائل ابن تیمیہ ۱۶۳ ص ۳۹۰)

۲- اس حدیث کی شرح میں محدثین نے فرمایا ہے اس عبارت میں معلول کو حذف کر کے علت کو اس کے قائم مقام رکھا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ یعنی آپ کی اگر یہ لوگ تکذیب کرتے ہیں تو آپ غمناک نہ ہوں اس لئے کہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے یا جیسا کہ :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا میں یہ تفسیر کی گئی ہے کہ جو لوگ ایمان لاتے اور نیک عمل کیا ہم ان کے اعمال ضائع نہیں کرتے تو یہاں پر بھی کہ جب کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں اس لئے کہ میں زندہ ہوں جواب دینے پر قادر ہوں"

(عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۲ ص ۱۶۹ از علامہ اشرف اہلحدیث)

علمائے حدیث نے لفظ روح سے مراد نطق (قوت گویائی) بھی لی ہے ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ مجھے قوت گویائی بھی عطا فرما دیتے ہیں اور میں اس کا جواب دیتا ہوں (التاج) اس لئے کہ رد روح کا کلمہ حضورؐ نے وہاں فرمایا۔ جہاں توجہ گرامی منعطف کرائی گئی جیسا کہ نیند سے جاگنے پر حضور نے فرمایا۔ رد علی روحی حالانکہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہی تھے۔ ترمذی میں حضورؐ کی یہ دعا موجود ہے کہ جب حضورؐ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے الحمد للہ الذی عافانی فی جسدی ورد علی روحی (جلد ثانی ص۱۷۶)

فائدہ: صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ارشاد اور اس کی کیفیت خود جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دی ہیں۔ جس سے اس عقیدہ کی صداقت، صحت اور عظمت ثابت ہوتی ہے۔ امام بخاری نے باب قولہٗ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا میں یہ روایت بیان کی:

عن کعب بن عجرہ قیل یا رسول اللہ اما السلام علیک فقد عرفناہ فکیف الصلوٰۃ قال قولوا اللھم صلی علی محمدٍ و علی ال محمدٍ کما صلیت علی ابراھیم و علی ابراھیم انک حمید مجید و ھکذا عن ابی سعید الخدری۔

ترجمہ: کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حضور سلام تو ہم نے جان لیا اب صلوٰۃ کس طرح پڑھیں۔ آپ نے فرمایا۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ابراھیم انک حمید مجید۔

اسی طرح ابوسعید خدری نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علی، ابوحمید، کعب بن عجرہ، طلحہ بن عبید اللہ، ابوسعید، زید بن خارجہ اور بریدہ سے روایات ثابت ہیں۔

وفی الصحیح ان رسول اللہ علیہ وسلم صلی بالمرسلین لیلۃ اسری بہ رکعتین وانہ سلم علی ھارون علیہ السلام فدعالہ بالرحمۃ ولامتہ وانہ سلم علی ادریس علیہ فدعالہ بالرحمتہ ولامتہ (الدرۃ الفاخرۃ ص۱۶)

ترجمہ: صحیح حدیث میں ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء (بیت المقدس) میں سب انبیاء کرام کو دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ نے حضرت ہارون اور حضرت ادریس علیہم السلام کو سلام دیا انہوں نے آپ کے لئے رحمت خداوندی کی دعا کی۔

(۹) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی غائباً بلغتہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر درود وسلام میری قبر پر آکر پڑھتا ہے اس کو تو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے سلام کہتا ہے۔ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی فرماتے ہیں ای سماعاً حقیقتاً اور شیخ الحدیث مولانا ادریس فرماتے ہیں:

"میں خود بخود بلا کسی واسطہ کے حقیقی طور پر سنتا ہوں"

ایک سوال: اگر یہ بات درست ہوتی تو صحابہ کرام اتنی بڑی سعادت کو ضرور حاصل کرتے صرف عبداللہ بن عمرؓ کا یہ فعل تھا کہ وہ دربار نبوی میں

صلوٰۃ وسلام عرض کرتے تھے۔ سب صحابہ کرام کا یہ فعل نہ تھا جیسا کہ کتاب التوحید کی شرح فتح المجید میں کہا ہے

یہ غلط ہے۔ بلکہ سب صحابہ کرام کا یہ معمول تھا۔ کہ وہ دربار سید دو عالم میں صلوٰۃ سلام عرض کرنے کا شرف حاصل کرتے تھے، ابن عمرؓ کا یہ سب طریقہ بیان کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ

و ھکذا کان الصحابتہ یسلمون علیہ

ترجمہ:- اور اسی طرح صحابہ کرام آپ پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا کرتے تھے۔

(رسائل ابن تیمیہ ۱۲ ص ۲۹۰ مطبوعہ مصر)

(۱۰) قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم ان عیسیٰ ابن مریم مار بالمدینتہ حاجا او معتمراً ولئن سلم علی لاردن علیہ (الدرۃ الثمینۃ)

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ مدینہ سے گذریں گے۔ جب کہ وہ بارادہ حج یا عمرہ کے جاویں گے اگر وہ مجھے سلام کہیں گے تو میں ضرور اس کا جواب دوں گا۔

(۱۱) عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعتہ فانہٗ مشھود تشھدہ الملائکتہ و ان احدکم لا یصلی علی الا عرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منھا قال قلت و بعد الموت قال ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاءٔ فنبی اللّٰہ حیی یرزق۔ (مشکوٰۃ باب الجمعہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مجھ پر جمعہ کے دن درود وسلام بھیجتا ہے تو مجھ پر اس کا درود پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود وسلام سے فارغ ہو جاتے میں نے عرض کیا حضرت موت کے بعد بھی سنیں گے تو آپؐ نے فرمایا کہ بے شک اللہ کریم نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کریم کا ہر نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ جملہ "نبی اللہ حی یرزق" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں بلکہ ابن ماجہ کا قول ہے سو اس کا جواب سنیئے۔

۱۔ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس روایت میں یہ جملہ مدرج من الراوی ہے تو وہ راوی صحابی ہے صحابی کا یہ عقیدہ ثابت ہوا۔

۲۔ دوسری روایت میں جب تصریح ہے کہ انبیاء کرام زندہ ہیں تو اب اس جملہ کی تائید و توثیق ہو گئی۔

۳۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے کہ یہ ابن ماجہ کا قول ہے تو پھر بھی استدلال درست ہے یہ تو اور بھی تائید ہو گئی کہ ابن ماجہ جیسا محدثؒ جو ۲۷۳ھ یعنی آج سے ۱۱ سو سال پہلے گذرے ہیں اور جن کی جمع کردہ کتاب ابن ماجہ کو صحاح ستہ جیسی باعظمت اور اسلام کی بنیاد کا ایک رکن اعظم ہونے کا شرف حاصل ہے وہ بھی حیات نبوی کے قائل ہیں۔ یہ تو اور بھی فائدہ کی بات ہوئی۔ نہ کہ نقصان کی۔

(۲) وعن ابی شہاب قال بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یصلی علی الا حملھا ملک

حتی یودیھا الی دیسمیہ حتی انہٗ یقول ان فلانا یقول کذا او کذا - (شفاء قاضی عیاض)

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ ہم کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا کہ جب کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتہ اس کو اٹھا کر میرے ہاں پہنچا دیتا ہے اور اس آدمی کا نام بھی میرے سامنے لے کر یہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی نے یوں درود پڑھا ہے۔

قاضی عیاض کے متعلق امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی شہادت درج کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

(قاضی عیاض کے برادرزادہ نے ایک روز اپنے چچا کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس خواب کو دیکھنے سے ان پر دہشت طاری ہو گئی۔ اور توہم لاحق ہوا۔ تو آپ نے ان سے کہا اے بچے میری شفا کو مضبوط پکڑے رہو اور اس کو اپنے لئے حجت بناؤ۔ گویا اس کلام سے آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اس کتاب کی بدولت ملا ہے۔

(ترجمہ بستان المحدثین از مولانا عبدالسمیع استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند ص۳۲۳)

(۱۳) من رانی فقدرای حقا فان الشیطان لایتمثل بی۔

جو کوئی مجھے دیکھے پس وہ مجھے ہی دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ شیطان میری شکل (مثالی) نہیں اختیار کر سکتا۔

(١٤) من رأنی فی المنام أتی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی۔

ترجمہ: جس نے مجھ کو دیکھا پس اس نے صحیح بات ہی دیکھی اس لئے کہ شیطان میری طرح نہیں بن سکتا (یعنی شیطان نہ تو جاگنے میں اور نہ خواب میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں تشریف لانا اور کسی نیک بخت کا زیارت سے مشرف ہونا اتنا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے کہ محدثین حضرات نے اپنی کتابوں میں اس لئے علیحدہ باب تجویز فرماتے ہیں جیساکہ امام ترمذی نے شمائل ترمذی میں ایک مستقل باب:۔

باب ماجاء فی رؤیتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام قائم کر کے اس میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام سے سات احادیث جمع فرمائی ہیں:

عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، طارق ابن اشیم، یزید، ابو قتادہ انس بن مالک رضی اللہ عنہم۔

اسی باب میں ہے۔ یزید فارسی نے خواب میں آپ کی زیارت کا ذکر کیا تو حضرت ابن عباس نے اس کی تصدیق کی رضی اللہ عنہ اسی طرح آپ کو بیداری میں علمائے کرام نے اور صلحائے امت نے دیکھا اور یہ اس کثرت سے ثابت ہے کہ اس کا انکار غیر معقول۔ جیسا کہ علامہ بارزی یافعی، جیلی شاذلی، مرسی، قسطلانی وغیرہم اکابر علماء اسلام نے عالم بیداری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ (مناوی شرح شمائل ترمذی صد ۲۹۲)

علمائے کرام کی کافی تعداد سے منقول ہے کہ انہوں نے عالم بیداری میں شرف زیارت حاصل کیا۔ اور آپ سے اِن امور کے متعلق دریافت فرمایا جو ان کے نزدیک قابل غور تھے۔ تو آپ نے ان کی راہ نمائی فرمائی جس طرح حضور نے فرمایا درست نکلا۔ (کتاب مذکورہ ص۲۹۲)

۱۶۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون

انبیاء علیہ السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں انبیائے کرام اپنی قبور میں اس طرح زندہ تھے جس طرح دنیا میں زندہ تھے۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا۔ اس لئے کہ نماز ادا کرنا تو اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب کہ جسم سلامت اور زندہ ہو

(حیاۃ الانبیاء از سیوطی ص۱۵)

مشکوٰۃ کی مشہور اور مستند شرح مظاہر حق میں ہے کہ۔

اور آخیر حدیث کا حاصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیاء کرام قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔ نہ حیات معنوی روحانی جیسا کہ شہدا کو ہے اور سوا ان کے اور امورات بھی سنتے ہیں۔ سلام اور کلام عرض ہوتے ہیں۔ اعمال اقربا ان کے بعض ایام میں (جلد اول صفحہ ۳۴۳)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے :۔

" حیات انبیاء کرام متفق علیہ است ہیچ کس را درو خلافے نیست حیات جسمانی، دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی

اور انبیائے کرام کی حیات پر سب علماء کا اتفاق ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور حیات دنیاوی زندگی کی طرح جسمانی ہے نہ کہ روحانی معنوی"

ملا علی قادری نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مدلل اور مبسوط بحث کے بعد فرمایا:-

قال ابن حجر وما افادہٗ من ثبوت حیوۃ الانبیاء علیہم السلام حیوۃ بہا یتعبدون و یصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکۃ امر لامریۃ فیہ وقد صنف البیہقی جزء فی ذالک رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی قال میرک ورواہ ابن حبان فی الصحیح والحاکم وصححہ وزاد ابن حجر بقولہ وقال صحیح علی شرط البخاری ورواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ (مرقاۃ ص۲۰۹، ص۲۱۰)

ترجمہ: ابن حجر فرمایا ہے کہ انبیاء کرام کی حیات پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اپنی قبروں میں عبادت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور وہ کھانے پینے سے اس طرح بے نیاز ہیں جس طرح فرشتے زندہ ہیں مگر کھاتے پیتے نہیں۔

دنیاوی زندگی میں بھی آپؐ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے رب کے ہاں رات گذارتا ہوں۔ جو مجھ کو کھانا کھلاتا ہے۔ اور پانی بھی پلاتا ہے (بخاری)

شارح بخاری علامہ نورالحق دہلوی نے فرمایا ہے کہ

پوشیدہ نماند کہ بدن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء رابہ

تکلم آنہا چنانچہ در حدیث مذکور بوضوح پیوستہ ناظر درانست کہ آں
بار با اشخاص دباجساد دیدہ و قول مختارہ و مقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاءؑ
بعد از وقت موت زندہ اند بہ حیات دنیوی

ترجمہ یہ بات مخفی نہ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء کرام کو دیکھنا
اور ان کے ساتھ کلام فرمانا بتارہا ہے کہ آپ نے انبیاء کرام کو اُن کی ذات
اور جسموں کے ساتھ دیکھا ہے۔ اور یہ عقیدہ مختار اور تمام علما کے ہاں
مقرر ہے کہ انبیاء کرام موت چکھ لینے کے بعد اسی دنیاوی زندگی کے ساتھ
زندہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیا کرام کو بحالت بیداری زمین
پر دیکھا۔ جیسا کہ شب معراج بیت المقدس میں ان کی امامت کی۔ اور آسمانوں
پر بھی اُن سے ملاقات کی جیسا کہ متعدد روایات سے ثابت ہے اس لئے یہ
بات کہ انبیا کرام زندہ ہیں درست ہے۔ (نسیم الریاض ج ۲ ص ۱۴۹)

حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ آپ کی حیات
نہ صرف روحانی ہے۔ جو کہ سب عام مومنوں کی ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور
از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے
(مکتوبات جلد اول ص ۱۳۰)

(۱۷) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی ارزق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
اور وادی ہرشی میں حضرت یونس کو حج کے لئے آتے ہوئے دیکھا کہ وہ تلبیہ پڑھ
رہے ہیں اور پھر یہ بات آپ نے اپنے ساتھ والے صحابہ سے بھی فرمادی یہ روایت

صحیح مسلم میں موجود ہے۔" محدث عصر علامہ انور شاہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ شاید ان دونبیوں نے دنیاوی زندگی میں حج نہ کیا ہو جسے اب ادا کر رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ اخرجہ البیہقی فی کتاب مستقل الھذا المسئلۃ عن انس مرفوعاً الانبیاء احیاء فی قبور ھم یصلون و صححہٗ۔

(عقیدۃ الاسلام از شاہ صاحبؒ)

فائدہ۔ مشائخ کی صورت پر شیطان کا نہ آسکنا بھی ہمارے علمائے کرام کے ہاں مسلم ہے حضرت قطب الارشاد گنگوہیؒ نے فرمایا ہے شیطان کا بصورت فخر دو عالم علیہ السلام نہ ہو سکنا تو حدیث سے ہے مگر شیخ کی صورت میں نہ ہو سکنا مشائخ کا قول ہے حدیث سے اس کا ثبوت نہیں مشائخ کا فرمانا ان کا اجتہاد ہے یا کیا ہے بندہ کو معلوم نہیں اگر ان کی تقلید سے اس مسئلہ کو قبول کرلے تو کوئی اندیشہ نہیں۔ (مکاتیب رشیدیہ)

علامہ محی الدین بن عربیؒ نے فرمایا ہے کہ مرشد اگر صورتِ ہادی میں ہو تو شیطان اس صورت کو اختیار نہیں کر سکتا۔ (مقدمہ فصوص الحکم)

خواب کی حقیقت اسلام میں

رویائے صالحہ

جس طرح آج دین کی اکثر حقیقتوں سے انکار یا ان کا استخفاف محض اس لئے کیا جارہا ہے کہ وہ سمجھ میں نہیں آتی ہیں اسی طرح نیک خوابوں کا بھی انکار کیا جارہا ہے، مناسب معلوم ہو رہا ہے۔ کہ اس کتاب میں اس کا اجمالی ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے پیش کر دیا جائے تاکہ منصف مزاج بھائی اس حقیقت کو سمجھ سکیں

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (یونس آیات ۶۲ تا ۶۴)

یاد رکھو اللہ والوں پہ نہ تو کوئی خوف ہے۔ اور نہ وہ غم ناک ہوں گے وہ اللہ والے جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہوئے ان کے لئے اس دنیاوی زندگی میں بھی بشارت ہے۔ (نیک خواب) ہے اور قیامت میں بھی بہتری ہے۔ اللہ کے کلموں کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اس بشارت سے مراد جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی میں یہ ہے:۔

ھی الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او تری لہ۔

ترجمہ: بشری سے مراد وہ بہترین خواب ہے جو کسی مسلمان کو آئے یا اس کے بارے میں کسی دوسرے کو آئے۔

ایک دوسری حدیث میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بہتر خواب نبوت کا ۴۶ واں حصہ ہے۔ بعض روایات میں اس سے زیادہ اور کم تعداد بھی آئی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے کے اعتبار سے ہے۔ خواب نبوت کا ۱/۴۶ حصہ کیوں ہے اس کے متعلق علامہ نووی شارح صحیح مسلم نے فرمایا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال تک وحی آتی رہی۔ نبوت کے پہلے چھ ماہ سچی خوابوں

کے ذریعہ القا ہوتا رہا چنانچہ ۶ ماہ کا عرصہ ۲۳ سال کا ۴۶ واں حصہ ہے۔ اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا کہ نبوت تو اب ختم ہو چکی ہے مگر رویائے صادقہ باقی ہیں اور رہیں گی۔

رویائے صادقہ معتزلہ کے ہاں

یہ مسئلہ تمام اہل اسلام کے ہاں اجماعی مسئلہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں اور اپنے بعض بندوں کو سچی خوابیں دکھاتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ نے فرمایا ہے۔

والذین ذکر عنھم انکار کرامات الاولیاء من المعتزلۃ وغیرھم کابی اسحٰق اسفرائنی و ابی محمد بن ابی زید و کما ذکر ذلک ابو محمد بن حزم لا ینکرون الدعوت المجابۃ ولا ینکرون الرویا الصادقۃ فان ھذا متفق علیہ بین المسلمین و ھو ان اللہ تعالی قد یخص بعض عبادہ باجابۃ دعاتہ اکثر من بعض و یخص بعضھم بما یریہ من المبشرات۔

(کتاب النبوات از ابن تیمیہ صفحہ ۲۶۷)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو کراماتِ اولیاء کے منکر ہیں جیسا کہ ابو اسحٰق وغیرہ معتزلہ ان کے ہاں بھی دعاؤں کا قبول ہونا اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو سچی خوابوں کا آنا درست ہے یہ مسئلہ سب مسلمانوں میں اجماعی اور اتفاقی طور

سے صحیح ہے کہ اللہ تعالے اپنے بعض بندوں کی دعاؤں کو دوسروں سے زیادہ قبول کرتا ہے اور بعض بندوں کو یہ شرفِ خصوصی بخشتا ہے کہ اس کو سچی خوابوں سے نوازتا ہے۔

خود جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی خواب کو نہ صرف سن کر درست فرمایا بلکہ ان سے شرح محمدی کا ایک اعظیم رکن ثابت فرمایا جو اذان تمام روئے زمین کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ دیتے ہیں اور یہ اذان دین کا ایک بہت بڑا شعار ہے۔ اس کا ثبوت قرآنی آیات سے نہیں بلکہ زمانۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں چند صحابہ کرام کو خواب میں یہ کلمات بتائے گئے اور آپ نے ان کو تسلیم فرما کر حکم اذان ارشاد فرمایا جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے۔

ابو حنيفة عن علقمة بن مرثد عن ابی بریدہ عن ابیه ان رجلا من الانصار مر برسول الله صلی الله علیهم و سلم نراہ حزینا و کان الرجل ذا طعام یجتمع الیه فانطلق خزینا لمارای من حزن رسول الله صلی الله علیه و سلم فترك طعامه وما کان یجتمع الیه ومسجدہ یصلی فیتما هو کذالك اذا نعس فاتاہ اتٍ فی النوم الحدیث بطوله۔

(ترجمہ)

انصار میں سے ایک آدمی کا گذر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کے پاس سے ہوا تو آپ کو غمگین پایا یہ آدمی بڑا کھانا کھلانے والا تھا اس

کے ہاں بڑا مجمع رہا کرتا تھا مگر وہ یہاں سے جا کر سارے کاموں کو چھوڑ کر اپنی نماز کی جگہ میں علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے لگا نماز پڑھتے پڑھتے اسے اونگھ آگئی تو خواب میں ایک آدمی نے آ کر یہ اذان کے کلمات سکھا دیئے۔

اسی طرح ابو داؤد میں عبداللہ بن زید عن ابیہ سے نیند میں اذان کے القاء کا قصہ موجود ہے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رض کو خواب میں اذان کا طریقہ اور الفاظ القاء کئے گئے جس کو طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو:۔

آپ بھی گھر سے فوراً حاضر خدمت نبوت کبریٰ ہوئے اور عرض کیا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا جس طرح زید نے دیکھا ہے۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فللہ الحمد

سنن ترمذی اور صحیح ابن حبان میں بھی یہ واقعات صحیح موجود ہیں جن کو فقہ حنفی کی مشہور مستند کتاب الجواہر المنیفہ جلد اول صفحہ ۵۵ تا ۵۷ میں نقل کیا ہے۔

بلکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر اوقات صبح کی نماز کے بعد حاضرین سے پوچھتے کہ کسی نے رات کو خواب دیکھا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو خداوند کریم نے جو خاص نعمت عطا فرمائی تھی وہ خوابوں کی تعبیر تھی آپ کے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو آپ کی پہلی خواب کی تعبیر بتائی تھی۔ خود جناب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوابوں کی تعبیر فرمانا ثابت ہے۔ اس لئے حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں باب "تعبیر الرؤیا" موجود ہے یعنی وہ باب جس میں خوابوں کی تعبیر

کا ذکر ہے بڑے بڑے علمائے کرام اس فن تعبیر میں ماہر گذرے ہیں جیسا کہ مشہور تابعی محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی شاگرد تھے۔ آپ نے دو تعبیر نامے تصنیف فرمائے ہیں۔ ایک تو مفصل ہے اور دوسرا مجمل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم تعبیر ایک بہتر علم ہے اس سے تو روحانی کمال کا پتہ چلتا ہے۔ اگر یہ عیب اور نقص ہوتا تو ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اس کو اختیار نہ فرماتے اور پھر امام بخاریؒ جیسے آئمہ حدیث ان کی روایات کو قبول نہ فرماتے۔

محمد بن یحییٰ ۱۳۸۱ھ نے خوابوں کی تعبیر پر ایک کتاب البشریٰ دس جلدوں میں لکھی ہے۔

یورپ کے مشہور ماہر نفسیات خواب جیمس JAMES نے کہا ہے سونے کی حالت میں عالم رویا ہمارا علم حقیقی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس حالت میں ہماری توجہ عالم محسوس سے ہٹ جاتی ہے (نفسیات خواب ۱۷)

کئی خوش بختوں کو خواب ہی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور وہ مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں سے ہنگری کے ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس بھی ہیں آپ نے تلاش حق میں کئی سفر کئے بڑے بڑے فلاسفروں سے ملاقاتیں کیں مگر آپ کو کہیں بھی اطمینان نہ ملا۔ آخر ایک رات سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ کے ارشادات ان ہی کی قلم سے یہ ہیں:۔

"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اتنے پریشان کیوں ہو؟ صراط مستقیم تمہارے سامنے ہے۔ قدم اٹھاؤ اور مضبوط سہارے کے ساتھ چل پڑو۔ آپ نے قرآن مجید کی آیات الم نجعل الارض

مہاداً پڑھی اور اس کی تفسیر فرمائی"۔
آپ کا یہ شرف زیارت اس خوش بخت کے اسلام لانے کا
ذریعہ بن گیا"

اس شرف کا احترام

صحابہ کرام کی نظر میں وہ آدمی قابل قدر ہو جاتا تھا۔ جس کو شرف زیارت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوتا۔ ذیل میں ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔
ابوجمرۃ ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے حج تمتع کا احرام باندھا بعض دوستوں
نے مجھے اس سے روکا تو میں نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد
بھائی عبداللہ بن عباس سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اسی طریقہ پر حج کرو کہ
سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی حج ادا کیا ہے چنانچہ میں حرم کعبہ میں
سو گیا تو مجھے خواب میں بشارت دی گئی کہ حج اور عمرہ دونوں قبول ہو گئے، میں نے
آکر حضرت ابن عباس سے یہ بات ذکر کی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تو میرے
پاس قیام کرے تو میں تجھے اپنے مال کا ایک حصہ دے دوں گا کہ تو بڑا
ہی بابرکت انسان ہے" (التاج کتاب الحج صـ۱۱۴)

شریعت میں حرام و حلال اور دوسرے احکام کے لئے اگرچہ
خواب کا کوئی اعتبار نہیں جب کہ وہ شرعی احکام کے خلاف
ہو مگر خواب دیکھنے والا دوسرے حالات کو اس کی تعبیر
کی روشنی میں حل کر سکتا ہے۔

: ۱۷ :

ان علمی بعد موتی کعلمی فی حیاتی وفاء الوفاء صـ۱۳۵۳

ترجمہ: میرا علم میری موت کے بعد بھی اسی طرح رہے گا جس طرح اس دنیا میں میری زندگی میں ہے۔

سوال: اگر انبیاء کرام حیات ہیں اور ان کو بعد بھی ان کا علم اسی طرح رہتا ہے تو پھر قیامت کے دن جب اللہ کریم ان سے ان کی امتوں کے بارے میں پوچھیں گے وہ یہ کیوں فرمائیں گے لَا عِلْمَ لَنَا یعنی ہم نہیں جانتے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں موجود ہے

جواب: حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی اپنی تفسیر فتح الرحمٰن میں اس کا جواب یہ فرماتے ہیں:۔

"نخست از سر خضوع ایشاں گویند در برابر تو بہ نسبت دانش تو مارا ہیچ دانش نیست بعد ازاں گواہی دہند برامت خویش"

اس کا ترجمہ امام اولیاء حضرت احمد علی صاحب رحمہ اللہ تعالٰے نے فرمایا:۔

پہلے تو انبیاء کرام تواضع اور خشوع کے لحاظ سے یہی عرض کریں گے کہ خداوندا مخفی رازوں کا تو جاننے والا ہے ہمارا علم تیرے علم کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں اس کے بعد اپنی امت پر گواہی دیں گے (حاشیہ آیت ۱۰۹ المائدہ)

موت سے کسی کا علم سلب نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے۔ ایسے کئی واقعات موجود ہیں کہ کسی میّت نے خواب میں وہ باتیں جو زندہ نہ جان سکا۔ اور میت کی اس خبر اور اطلاع کو درست قرار دیتے ہوئے۔

امام المعبرین حضرت محمد بن سیرین تابعی بصری نے فرمایا از تعبیر نامہ ابن سیرین صفحہ ۴۴۳۔

فکل ما اخبریہ المیت عن نفسہٖ اوعن غیرہٖ فھو حق لانہٗ فی دارالحق وخرج من الباطل و مشغول عنہ فلا یکذب فیما یخبربہٖ

البتہ عالم رویا اور خواب کی تعبیر کرنے اور سمجھنے کے لئے کچھ قواعد اور شرطیں ہیں جن کا جاننا ضروری ہے ہر آدمی اس کو نہیں سمجھ سکتا۔

وجودِ مثالی اور وجودِ حقیقی

احادیث میں لفظ تمثل آیا ہے اس کی تشریح سمجھنی ضروری ہے۔ اور ویسے بھی ایک اعتراض بظاہر وارد ہوتا ہے کہ جب ہم دیکھ رہے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں تو یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ کے بغیر بھی کبھی کبھی دوسری جگہ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ وجود مثالی کو سمجھا جائے۔

دنیا میں ہر چیز کے دو وجود ہیں ایک تو وہ جو ہم کو نظر آرہا ہے۔ اور ایک وہ جو ہم کو نظر نہیں آتا حقیقی وجود وہی ہے جو ہم کو نظر نہیں آتا جو نظر آتا ہے وہ اس کا لباس ہے اس کی مثال یوں سمجھئے۔

کہ ٹھنڈا پانی دو حصوں پر مشتمل ہے ایک تو وہ حصہ جو ہمیں نظر آرہا ہے اور ایک وہ جو ہم کو نظر نہیں آرہا مگر پانی سے مقصود وہی حصہ ہے جو نظر

نہیں آتا، ایک پیاسا آدمی پانی تو اس لئے پیتا ہے کہ اسے ٹھنڈک پہنچ کر پیاس بجھ جائے اگر وہ پانی گرم ہو تو پانی ہونے کے باوجود پیاسے آدمی کو فائدہ نہیں دے سکتا۔

تو درحقیقت پانی جس حقیقت کا نام ہے وہ حصّہ ہے جو نظر نہیں آتا مگر اس کے خاص آلات سے اس کو علیٰحدہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر آپ پانی کو تولیں تو وہ مثلاً دو سیر نکلا یہ دو سیر وزن اس پانی کے ظاہری بدن کا ہے مگر اس کا وزن علیٰحدہ ہے یعنی آپ میٹر کے ساتھ اس کو اگر تولیں گے تو وہ جس ڈگری پر ہوگا یہ اس کے بدن حقیقی کا وزن ہوگا جو نظر نہیں آرہا مگر اس میں موجود ہے اسی طرح انسانوں کے وجود حقیقی تو وہ ہیں جو ان کے اعمال کے مناسب ہیں جو اہل اللہ کو اپنی اصلی صورت میں نظر آسکتے ہیں۔ اور صاف باطن بزرگ ان سے فوائد حاصل کر سکتے ہیں امام غزالیؒ نے اپنی کتاب المنقذ میں فرمایا:۔

وھم (ارباب القلوب) فی یقظتھم یشاھدون الملائکۃ وارواح الانبیاء ویسمعون منھم اصواتا ویقتبسون منھم فوائد۔ (مناوی ج ۲ ص ۲۹۲)

ترجمہ:۔ یہ روحانی لوگ اپنے عالم بیداری میں فرشتوں اور انبیاء کرام کے ارواح کو دیکھتے ہیں اور ان کے آواز سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ وجود کی دو موٹی موٹی قسمیں ہیں ایک "وجود حسی" جو سب کو دیکھنے میں نظر آتا ہے اور دوسرا وجود مثالی جو سب کو تو نظر نہیں آتا مگر بعض کو آجاتا ہے جیسا کہ فرشتوں کا وجود ہے حضرت حکیم الامۃ

مولانا تھانویؒ نے وجود مثالی کی تعریف میں فرمایا :-

"کوئی ذات باوجود اپنی حالت وصحت کے کسی دوسری صورت میں ظہور کرے اس کو تمثل کہتے ہیں اور اس دوسری صورت کو مثالی صورت کہتے ہیں" (التکشف ص۳۱۶)

امام غزالی نے تفصیل سے بحث کرتے ہوئے وجود کی پانچ اقسام بیان فرمائی ہیں ان کے ہاں "وجود مثالی" کا نام "وجود حسی" ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں :-

اما الوجود الحسی فهو ما يتمثل فى القوة الباهرة من العين مما لا وجود له خارج العين فيكون موجودا فى الحس ۔

ترجمہ :- وجود حسی وہ وجود ہے جو آنکھوں میں تو آجاتا ہے۔ مگر خارج میں اس کا وجود نہ ہو۔ (فیصل التفرقة ص۱۸)

مگر یہ وجود مثالی شرعاً معتبر ہے دین میں اس کا اعتبار ہے۔ اور اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کے ذکر میں ہے کہ :-

حضرت جبریل امین ان کو ایک مرد کی صورت میں نظر آتے آپ سے انہوں نے جو کچھ فرمایا وہ درست نکلا۔ ارشادِ قرآنی ہے

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم ۱۷)

ترجمہ :- پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنے فرشتے کو پھر بن آیا اس کے آگے آدمی پورا۔

اور اسلام کی توساری وحی جبریل امین مثالی صورت میں لاتے

صرف دوبار۔ اپنی ملکوتی صورت میں تشریف لاتے کبھی دحیہ کلبی اور کبھی نو وارد مسافر کی صورت میں تشریف لاتے ایمان، اسلام، احسان، کی تعریف کرتے ہوتے جبریل امین ایک اجنبی انسان کی صورت میں تشریف لاتے آپ نے فرمایا:۔

هذا جبريل اتاكم يعلمكم دينكم (مشکوٰۃ)

فائدہ :۔ جبریل امین اور دوسرے ملائکہ کو جب کبھی وہ کسی صورت میں حاضر ہوئے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہچان لیتے تھے اور کبھی کبھی وجود مثالی اس قدر مستحکم اور حقیقی بدن کے مشابہ ہوتا تھا کہ انبیاء کرام بعض اوقات ان کو پہچان نہ سکے جیسا کہ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا واقعہ قرآن کریم میں موجود ہے شاید یہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہو

مولانا اسمٰعیل شہید فرماتے ہیں کہ جو شخص عالم مثال کو نہ مانے وہ اہل سنت میں محقق شمار نہیں ہو سکتا، بلکہ اس میں معتزلہ کی ملاوٹ ہے اسے قرآن وحدیث کی ہزار سے زیادہ ایسی باتوں کی تاویل کرنی پڑے گی جو بہت دور جا پڑے گی۔ (عبقات صـ۲۲)

ہر انسان موت کے وقت فرشتوں کو دیکھتا ہے نیک انسانوں کے ساتھ فرشتے کلام کرتے، سلام کرتے ہیں، بشارت دیتے ہیں جس کو قرآن کریم نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ فَأَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِن سُوءٍ (النحل)

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ

عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (النحل ۳۲)

فرشتوں کو دیکھ کر سرکشوں کی اطاعت کا اظہار اور مطیع لوگوں کا اسلام سے مشرف ہونا ثابت ہو رہا ہے اس عالمِ فانی سے رخصت پر سب کو فرشتے نظر آجاتے ہیں۔ اب ان آیات کا کیا جواب ہوگا۔

ان کا تعلق قیامت سے نہیں بلکہ موت کے وقت سے ہے۔ جیسا کہ شارح مشکوٰۃ مولانا محمد ادریس دیوبندی نے فرمایا ہے کہ:۔

۱۔ میں نے اپنے شیخ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک قرب المرگ انسان نے کہا وعلیکم السلام یہاں بیٹھئے اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

۲۔ عمر بن عبد العزیز کا جس روز وصال ہو رہا تھا فرمایا کہ آج مجھے ایسی مخلوق نظر آرہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن اس کے بعد فوت ہوگئے۔

۳۔ محمد بن واسع نے موت کے وقت فرمایا اے میرے رب کے فرشتو خوش آمدید اس کے بعد انتقال فرمایا۔

۴۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس فرشتے بالکل سامنے آیا کرتے تھے۔

سوال

یہ تو فرشتے کا حال ہے انسان کا وجودِ مثالی میں آنا ثابت کیجئے

جواب

وجودِ مثالی سب کے لئے ثابت ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے انسانوں کو بھی وجودِ مثالی میں دیکھا ہے جیسا کہ عبد الرحمٰن

بن عوف رضی اللہ عنہ کے متعلق جبکہ وہ گھر میں فرمار ہے تھے آپ نے فرمایا :۔

رایت عبدالرحمن بن عوف دخل الجنة حبواً

ترجمہ: میں نے عبدالرحمن بن عوف کو دیکھا کہ وہ جھک کر جنت میں داخل ہوا۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ بات آپ نے خواب میں دیکھی نہیں بلکہ یہ واقعہ جاگتے ہوتے آپ نے اپنی آنکھ مبارک سے دیکھا (جواہر الغوالی صـ۱۳۴)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ آوازیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے ۔ (حدیث) (رواہ الترمذی ترجمان ج ۱ صـ۴۳۴)

وہ کائنات جو عام انسانوں کو نظر نہیں آسکتی انبیاء کرام کو بالکل صاف نظر آتی ہے جیسا کہ :۔

صلوٰۃ کسوف کے قصہ میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے . کہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ اسی مقام پر آپ نے کوئی چیز لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا پھر دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تھی تو یہ ارادہ تھا کہ اس میں سے ایک خوشہ لے لوں اگر لے لیتا تو جب تک دنیا رہتی تم اس میں سے کھاتے رہتے (بخاری ومسلم)

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ سفر میں جاتے ہوتے وادی ارزق سے گذرے آپ نے فرمایا یہ کونسی وادی

ہے! لوگوں نے کہا یہ وادی ارذق ہے۔ فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام گھاٹی سے اتر رہے ہیں اور ان کی زبان پر صدائے حج جاری ہے اس کے بعد ہرشا کی گھاٹی آئی فرمایا یہ کون سی گھاٹی ہے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ متی کے بیٹے یونس علیہ السلام سرخ اونٹنی پر سوار ہیں کمبل کا جبہ پہنے ہیں اونٹنی کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے اور لبیک اللّٰھم لبیک کہتے جا رہے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا اے عائشہ جبریل تم پر سلام بھیجتے ہیں، آپ نے عرض کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔

صحابہ کرامؓ نے فرشتوں کو دیکھا جیسا کہ:۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کو دو سفید پوش انسانوں کی صورت میں دیکھا جو سخت جاں بازی کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ (بخاری و مسلم)

مخالفوں کی شہادت اور تصدیق ایک دفعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصروف نماز تھے کہ ابو جہل آپ پر حملہ کرنے کی غرض سے آپ کی طرف بڑھا لیکن فوراً سہم کر پیچھے ہٹ گیا کفار نے سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرے اور محمدؐ کے درمیان آگ کی ایک خندق اور بہت سے پر (فرشتوں کے) حائل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کی تکہ بوٹی کر دیتے۔ صحیح مسلم باب وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔

علمائے اسلام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی جن میں امام

جلال الدین سیوطی کی کتاب انوار الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک جامع کتاب ہے۔

تنبیہہ

بعض لوگ ایسے واقعات کو صرف کشف یا الہام وغیرہ کہہ دیتے ہیں، حالانکہ یہ حقیقت میں دیکھنا اور سننا ہے جس طرح ہم حقیقی طور پر دیکھتے اور سنتے ہیں حضرت عمدۃ اولیاء استاذی مہاجر مدنی مولانا سید بدر عالم قدس سرہٗ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے

"ہمیں اس کا کیا حق ہے اگر ہماری آنکھیں کچھ چیزوں کو نہیں دیکھتیں تو جو آنکھیں انہی دیکھتی ہیں ہم ان کے لئے بھی تاویلیں تراشنے بیٹھ جائیں بعض لوگوں نے تو اسی مغالطہ میں تمام جگہ آپ کے چشم دیدہ حالات کو کشف کہہ دیا ہے حتیٰ کہ معراج کو بھی ایک قسم کا کشف کہہ ڈالا" (ترجمان جلد ا ص ۴۳۷)

ایسے تمام وسوسے اور شبہات دراصل اس غلطی سے پیدا ہوتے ہیں جو انبیاء کرام کو عام انسانوں کی طرح سمجھنے پر لگ جاتی ہے۔

بو علی بن سینا فرماتے ہیں:

"ہم اشیاء ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اور
انبیاء کرام باطنی، روحانی، قوت سے دیکھتے ہیں
ہم چیزوں کو پہلے دیکھتے ہیں پھر سمجھتے ہیں۔
اور انبیاء کرام پہلے جانتے ہیں پھر دیکھتے ہیں"

حضرت بلالؓ کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ

جنت میں دیکھا اور ان کی جوتیوں کی آواز بھی سنی جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے۔

عن بریدہ قال اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا بلالاً فقال بماسبقتنی الی الجنۃ ما دخلت الجنۃ الا سمعت خشخشتک امامی قال یا رسول اللہ ما اذنت قط الا صلیت رکعتین و ما اصابنی حدث قط الا توضأت عندہ و رایت ان للہ علی رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھما۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ:- حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حضرت بلالؓ کو بلا کر پوچھا کہ تو کونسے عمل کی بدولت جنّت میں مجھ سے پہلے جا پہنچا۔ اس لئے کہ جب کبھی جنت میں داخل ہوتا ہوں تو تیری جوتیوں کی آواز سنتا ہوں حضرت بلال نے عرض کیا کہ حضرت جب کبھی اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نفل پڑھتا ہوں اور جب کبھی نیا وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز نفل پڑھنا لازمی سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا تو یہ بات ان دونوں کی وجہ سے ہے۔

اب یہ بات کہ بدن ایک جگہ ہو تو دوسری جگہ وجود مثالی کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے سمجھ میں آچکی ہوگی اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرے مقامات پر نظر آسکنا درست ہے۔ جیسا کہ علامہ انور شاہؒ نے فرمایا ہے کہ:-

والجواب انہ ممکن (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴)

اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روح مبارک کبھی وجود

مثالی کے سامنے جلوہ افروز ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ (فیض الباری ج ۱)

شیخ الحدیث زکریا نے فرمایا ہے کہ صوفیاء کا قول ہے کہ دونوں طرح زیارت ہوتی ہے بعض لوگوں کو بعینہٖ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے۔
(خصائل ص۲۶۰)

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے کہ آپ اپنے رُوح کو اپنے بدن مبارک میں ظاہر فرما سکتے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے مشاہدات میں بیان فرمایا ہے۔ (فیوض الحرمین از شاہ صاحب ص۳۲)

فائدہ

قیوم دوراں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے اس مسئلہ پر اپنی علمی اور روحانی انداز میں مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا ہے:۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

"باید دانست ممکن کہ در مقامات قرب الٰہی جل سلطانہٗ پا از دائرہ امکان بیروں مے نہد ازل و ابد را متحد می یابد حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلام والتحیۃ در شب معراج در مقامات عروج یونس را در بطن ماہی یافت و طوفان حضرت نوح موجود بود باید فہمید کہ ایں حالت مرجسد پیغمبر و روح الیساں را شدہ بود۔" (مبدء و معاد ص۱۱)

ترجمہ: یہ جاننا چاہیئے کہ ممکن جبکہ باری تعالےٰ کا مقرب بن کر دائرہ امکان سے قدم باہر رکھتا ہے تو وہ ماضی اور

مستقبل کو برابر پاتا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا اور طوفانِ نوح علیہ السلام کو بھی اسی طرح پایا دیکھا یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حالت آپ کی جسمانی تھی اور روحانی بھی یعنی اسی جسم اطہر اور انھی مبارک آنکھوں سے یہ سب کچھ ملاحظ فرمایا۔

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

استاذ العلماء حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"وقد تکون روحه المبارکة بنفسها مع البدن المثالی ثم قد تکون یقظة ایضاً کما انها قد تکون مناما و یمکن عندی رؤیتہ صلی اللہ علیه و سلم یقظه لمن رزقه الله سبحانهٗ کما نقل عن السیوطی انه رای رسول الله صلی الله علیه و سلم اثنین و عشرین مرة وساله عن احادیث ثم صححها بعد تصحیحه صلی الله علیه وسلم والشعرانی ایضاً کتب انهٗ راٰه صلی الله علیه وسلم و قراء علیه البخاری فی ثمانیة رفقة معهٗ ثم سماهم وکان واحد منهم حنفیا و کتب الدعاء الذی قراه عند ختمه فالرؤیة یقظة تحققه و انکارها جهل ثم عند مسلم فی لفظ اخر فیسرانی فی الیقظة۔

(فیض الباری ج ا ص ۲۰۴)

ترجمہ: اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوح مبارک اپنے
مثالی بدن کے ساتھ رونما ہوا کرتا ہے اور یہ زیارت کبھی بیداری
میں بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ نیند میں ہوتی ہے اور میرے نزدیک
آپ کا بیداری میں دیکھنا ہو سکتا ہے جس کے نصیب میں اللہ کریم
کر دے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطیؒ کے متعلق پایا جاتا ہے
کہ آپ نے ۲۲ دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو
دیکھا اور آپ سے چند احادیث کے بارے میں پوچھا اور پھر
ان کی تصحیح بھی فرمائی۔ اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانی نے بھی
لکھا کہ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور
آپ کے سامنے بخاری شریف پڑھی آپ کے ساتھ ۸ ساتھی بھی
تھے جن کے نام تک امام شعرانی نے بتائے ہیں ان ۸ دوستوں
میں سے ایک حنفی بھی تھا امام شعرانی نے وہ دعا بھی تحریر فرمائی
جو بخاری کے ختم پر پڑھتی پس آپ کا جاگتے ہوئے دیکھ لینا ثابت
ہے اس کا انکار کرنا نادانی ہے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت میں
تصریح موجود ہے کہ مجھ کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

اس موضوع پر علیحدہ اور مستقل کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، نویں صدی
کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام
"انوار الحلك فی رویتہ النبی والملك" ہے۔

درِ ثمین

یعنی

حضرت شاہ ولی اللہ کی خوابی چہل حدیث

نوٹ: حضرت شاہ ولی اللہ نے تعلیم و تعلّم کا ایک ذریعہ خواب کو بھی قرار دیا ہے جس پر اپنی مشہور کتاب "الفوز الکبیر" میں مدلل بحث فرمائی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحؒ دہلوی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ اور عالم خواب میں احادیث سنی بعض کی اصلاح فرمائی جن کو رسالہ کی صورت میں مرتب فرمایا اور اس کا نام درِ ثمین رکھا یہ اصل رسالہ ۱۳۰۸ھ کو حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی کے نواسے مولوی ظہیر الدین عرف سید احمد نے مدرسہ عزیزی سے شائع کیا تھا آج بھی کتب خانوں میں یہ رسالہ موجود ہے۔ اس میں تین قسم کی سندیں ہیں:

۱۔ جن میں شاہ صاحب اور حضور انور کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

۲۔ جن میں ایک واسطہ ہے۔

۳۔ جن میں ایک واسطہ سے زیادہ واسطہ ہیں۔

اس رسالہ کا ترجمہ اُردو زبان میں مولانا عاشق الٰہی صاحب نے کیا تبرکاً ایک حدیث کو درج کیا جاتا ہے:۔

"شاہ صاحب بالسند شیخ محمد بن الرحمٰن شارح مختصر الخلیل کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ فرماتے کہ ہم شیخ عارف باللہ تعالیٰ عبد المعطی تونسی کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

زیارت کے لئے چلے جب روضہ شریف کے قریب پہنچے تو شیخ عبدالمعطی کو دیکھا کہ چند قدم چلتے پھر کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کچھ ایسا کلام کیا جس کو ہم نہ سمجھے جب ہم واپس ہوئے تو اُن سے دریافت کیا کہ آپ بار بار کیوں کھڑے ہوتے تھے :۔

جواب میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاضری کی اجازت چاہتا تھا جب آپ فرماتے تھے آجا تو میں کچھ آگے بڑھ کر رک جاتا تھا یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور امام بخاری جو کچھ اپنی صحیح (بخاری میں) آپ سے روایت کرتے ہیں کیا وہ سب صحیح ہے ؟ آپ نے فرمایا صحیح ہے میں نے عرض کیا صحیح بخاری کو آپ سے روایت کروں آپ نے فرمایا مجھ سے روایت کرو"

شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالمعطی ؒ نے شیخ محمد بن خطاب کو روایت بخاری کی اجازت دی اور اسی طرح ہر استاد نے اپنے شاگرد کو اجازت دی سیّد احمد بن عبدالقادر نے شیخ نخلی کو اسی سند سے روایت کرنے کی اجازت دی اور شیخ نخلی نے شیخ ابوطاہر کو اجازت دی اور انہوں نے مجھے اجازت دی (اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ) میں نے اس حدیث شریف کو شیخ عبدالحق ؒ صاحب دہلوی کے ہاتھ سے لکھا ہوا دیکھا ہے اس میں صحیح بخاری کے ساتھ صحیح مسلم کا بھی

ذکر ہے یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں کی اجازت رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی۔"

ف:۔ یہ کتاب در ثمین اور فیوض الحرمین اکابر دیوبند کے ہاں معتبر اور مستند ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث زکریا مدظلہم نے ان کے حوالہ جات کو نقل فرمایا ہے۔ (حاشیہ کوکب دری جلد دوم ص۲۱۱)

علامہ بیہقی نے سلیمان بن سحیم سے نقل کیا ہے کہ ان کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو عرض کیا حضرت جو لوگ دربار عالی میں سلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں کیا جناب ان کے سلام کو بھی سمجھ لیتے ہیں۔ فرمایا ہاں! میں سمجھ بھی لیتا ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں۔ (حیات الانبیاء ۱۳)

حجۃ اللہ علی الارض الامام الشاہ ولی اللہ دہلوی کے مشاہدات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن کے متعلق حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی کا تاثر بالفاظ قطب عالم حضرت مدنی قدس سرہ العزیز یہ ہے کہ:

"مجھ کو اللہ تعالے نے ساری دنیا کی سیر مثل کف دست کرائی
میں نے اپنے زمانے میں شاہ ولی اللہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔"

("الفرقان" ولی اللہ نمبر)

یہی حضرت ولی اللہ فرماتے ہیں مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے یہ نعمت بھی عطا فرمائی کہ مجھے توفیق دی۔ حج بیت اللہ اور زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۱۴۳ھ میں اور اس سے بڑی نعمت ملی کہ میرا حج مشاہدہ کے ساتھ ہوا اور معرفت کے ساتھ۔ (مقدمہ "فیوض الحرمین")

اس کی تفصیل اپنے مشاہدہ نہم میں فرماتے ہیں:

"اور میں نے دیکھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر امور میں اسی صورت میں جس میں آپؐ تھے بار بار باوجودیکہ میری کمال آرزو تھی کہ روحانیت میں دیکھوں جسمانیت میں نہ دیکھوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ کو دریافت ہوا کہ آپ کا خاصہ ہے رُوح کو صورت جسم میں کرنا اور یہی بات جو فرمایا آپؐ نے کہا انبیاء کرام نہیں مرتے اور نماز پڑھا کرتے ہیں اپنی قبور میں اور وہ زندہ ہیں اور جو فرمایا ہے اور جب میں نے آپ پر درود پڑھا جب ہی مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظاہر ہوئے اور یہ اس واسطے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔" "فیوض الحرمین"

یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اپنے تمام علوم کو دربار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترتیب یافتہ تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا:

"مجھ کو سالک بنایا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ نے تربیت فرمائی۔ پس میں اویسی ہوں اور شاگرد ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا کسی واسطہ کے۔" (مشاہدہ ۱۷)

ف: "فیوض الحرمین" اکابر علمائے دیوبند کے ہاں مستند اور معتبر کتاب ہے۔ جیسا کہ قطب الارشاد التکوین حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے حج بیت اللہ سے پہلے زیارت مدینہ منورہ کرنے کا مشورہ دیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "فیوض الحرمین" کا مطالعہ بھی کر ڈالیے۔ (مکاتیب ج ۱ ص ۱۲۹)

س: اگر یہ مان لیا جائے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب اور بیداری میں ہو سکتی ہے تو اس سے بہت سے مفاسد کا

دروازہ کھلنے کا امکان ہے مثلاً کوئی فاسق فاجر یہ کہہ دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ہے تم نماز نہ پڑھو تو اب اس کا کیا جواب ہوگا؟

ج: جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم کے نبی اور مقرب خاص ہیں وہ تو نیند میں بھی نہ کوئی غیر موزوں فعل فرما سکتے اور نہ اس کا حکم فرماتے ہیں۔ صحیح احادیث میں ہے کہ آپؐ نے خواب میں دو بھائیوں کو دیکھا ان میں سے چھوٹے کو مسواک دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو انکو فرمایا گیا کبر یعنی بڑے بھائی کو مسواک دے۔

یہ حدیث بخاری میں موجود ہے چہ جائیکہ وہ خود کسی کو غیر مشروع بات یا کام کا حکم ارشاد فرمادیں۔ اس لئے ایسے آدمی کی بات کو تسلیم نہ کیا جائے گا بلکہ یہ اس کی سمجھ اور یادداشت کا قصور ہو گا۔

جیسا کہ حضرت علامہ انور شاہؒ نے شیخ عبدالحقؒ سے مندرجہ ذیل حکایت نقل فرمائی ہے:

"شیخ علی متقی صاحب "کنز العمال" ۹۷۵ھ کے زمانہ میں ایک آدمی نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس سے فرما رہے ہیں "اشرب الخمر" (شراب پی) یہ خواب اس نے شیخ علی متقی کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت شیخ نے جواب میں فرمایا کہ آپؐ نے دراصل یوں فرمایا ہے "لا تشرب الخمر" (شراب نہ پیا کر) مگر تجھے یہ خواب نیند کی وجہ سے یاد نہ رہا جیسا کہ دن بھی انسان بھول جاتا ہے کیا تو شراب پیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں میں شراب پیتا ہوں تو شیخ نے فرمایا کہ تجھے رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔" (فیض الباری جلد ا ص ۲۰۳)
نیز شرعی احکام کے لئے تو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مجموعہ موجود ہے اس لئے انہی پر عمل کیا جائے اور انہی کے مطابق تعبیر کی جائے گی۔

س: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ مخصوص طور پر کسی کو پورا یاد نہیں رہتا اس لئے جب آپ کی زیارت کسی صورت میں ہو تو اس کو کس طرح سمجھا جا سکے گا۔ کہ یہ آپ ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

ج: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اور متعدد صورتوں میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ جب آپ نے فرمایا کہ میں "محمد" ہوں صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے قرائن سے اس کا علم ہو گیا تو بس وہ آپ ہی ہیں۔

گیارھویں صدی ہجری کے محدث و شارح حدیث ملا علی قاری قدس سرہ نے فرمایا:

"صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کسی حالت میں بھی باطل اور غلط نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ آپ اپنی اصلی شکل انور کے بغیر کسی دوسری صورت میں نظر آویں۔ اس لئے کہ یہ شکل بھی منجانب اللہ بنائی جاتی ہے۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۹۸)

اور وہ انسان خوش نصیب ہے جس کی شکل میں حضور انور ظہور فرمائیں اس لئے کہ اس انسان کو بھی مٹی نہ کھا سکے گی۔

چنانچہ عبدالوہاب شعرانی رح نے فرمایا ہے کہ:۔
ان کے والد ماجد اُن کے جد امجد کے ۴۱ برس بعد فوت ہوئے۔
دفن کے بعد کچھ ایسا واقعہ ہوا کہ ان کے دادا صاحب ظاہر ہو گئے

سب نے دیکھا کہ آپ کا جسم اسی طرح صحیح سلامت ہے امام شعرانی فرماتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں سنا کہ ایک آدمی فرما رہے ہیں کہ جو آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت چاہتا ہو وہ آپ کی زیارت مدرسہ سیوفیہ میں شیخ نورالدین شوقی کے ہاں کر سکتا ہے۔ چنانچہ میں وہاں گیا تو میں نے مدرسہ کے پہلے دروازے پر حضرت ابوہریرہ کو اور دوسرے پر حضرت مقداد کو اور تیسرے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھڑا پایا۔ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ آپؐ اس کمرہ میں تخت پر جلوہ افروز ہیں میں نے جو جا کر دیکھا تو اس جگہ شیخ نورالدین کو بیٹھے ہوئے پایا ان سے میں نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں تو وہ ہنس پڑے میں جناب رسول کریم کو تلاش کرتا رہا۔ تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور مجھ کو چہرہ شیخ نورالدین میں ظاہر ہوا۔ پیشانی سے لیکر پاؤں کی انگلی تک نور ہی نور بن گیا۔ اور شیخ کا اپنا چہرہ چھپ گیا میں نے آپ پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔

جب صبح نیند سے بیدار ہوا تو یہ خواب نورالدین شوقی کے سامنے بیان کیا آپ نے بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور یہ فرمایا کہ اگر یہ آپ کی خواب درست ہے تو میرا بدن میری موت کے بعد بھی نہ گلے گا۔ چنانچہ شیخ کی موت کے ۱۲ ماہ بعد ان کی لاش کو دیکھا گیا اسی طرح صحیح وسلامت تھی۔

(الیواقیت والجواہر ج۲ ص۱۳۶)

عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقہ حنفی میں

یہ مسئلہ اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ فقہ حنفی کی ہر کتاب میں "کتاب الحج" کے ساتھ زیارت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے مثلاً فقہ حنفی کی مشہور ابتدائی کتاب نورُالایضاح جو دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں داخل ہے۔ میں ایک مستقل فصل موجود ہے جس کی ابتدائی سطور درج کی جاتی ہیں:

"فصل فی زیادۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی سبیل الاختصار تبعا لما قال فی الاختصار لما کانت زیادۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم من افضل القرب واحسن المستحبات بل تقرب من درجۃ مالزم من الواجبات فانہٗ صلی اللہ علیہ وسلم حرض علیھا و بالغ فی الندب الیھا فقال من وجد سعۃ ولم یرزق فقد جفانی و قال صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی و قال صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی الی غیر ذالک من الاحادیث مما ھو مقرر عند المحققین انہ صلی اللہ علیہ وسلم حیی یرزق یجیع الملاذ والعبادات غیر انہ حجب عن ابصار القاصرین۔"

ترجمہ: یہ فصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق مختصر طور پر بیان کی جاتی ہے۔ جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سب مستحبات سے اعلیٰ اور اشرف ہے بلکہ واجب کے قریب ہے اس پر آپ نے اپنی امت کو آمادہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جس کو حالات نے میرے پاس آنے سے نہ روکا مگر پھر بھی وہ نہ آیا تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی۔

دوسری احادیث سے جیسا کہ علمائے محققین کے ہاں ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ تمام عبادات اور راحتوں سے آپ مشرف ہیں صرف اتنی بات ہے کہ کم نظر لوگوں کی نظروں سے پردہ میں ہیں۔"

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکابر علمائے دیوبند کے الفاظ میں

دیوبندیت اہل سنت والجماعت ہی کا دوسرا نام ہے اس لئے جو عقیدہ کتاب وسنت اسلاف امت سے ثابت ہو وہ دیوبندیت ہی ہے مزید تائید کے لئے عرض ہے کہ:

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے جمال قاسمی میں اس پر بہت کچھ لکھا:

"انبیاء کرام علیہم السلام کو انہی اجسام دنیاوی کے تعلق کے

اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں یہ نہیں کہ مثل شہدا کے مال میں میراث ہوئی اور انبیاء کرام کے مال میں میراث نہ ہوئی، حالانکہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ سب کو عام ہے: عوام ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کی ازواج کو بعد عدت معروفہ نکاح کی اجازت ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان میں یہ حکم آیا: وَلَا تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا۔

(لطائف قاسمی مطبوعہ ۱۸۰۹ء ص۳)

اور آپ نے اپنا رسالہ "آب حیات" اپنے تیسرے حج کے سفر میں لکھا بلکہ یہ حج ہی اس لیے کیا کہ مقدس رسالہ اس سفر میں مکمل ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں۔"

(رسالہ "آب حیات" ص۲)

دلائل حیات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"دوسری وہ روایت جس کا یہ مضمون ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی تیسرے وہ روایتیں جن سے انبیاء کرام کا قبور میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چوتھی روایت جس سے بالخصوص موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے پانچویں روایت معراج کی جس سے انبیاء گذشتہ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا اور ترتیب

معلوم آسمانوں میں ان سے ملاقات کرنا ثابت ہوتا ہے ان روایات میں بعض روایات کا سند کے اعتبار کے چنداں قوی نہ ہونا مضر نہیں چند ضعیف باہم مل کر اسی طرح قوی ہو جاتے ہیں جیسے بہت سے احاد مل کر متواتر بن جاتے ہیں یہاں تو فقط ضعاف ہی نہیں دو ضعیف ہیں تو صحیح بھی ہیں رہی آیتیں سو ان میں سے ایک تو یہ آیت ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

ترجمہ: اور اگر ان لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور رسولؐ ان کو بخشواتا اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔" (النساء ۶۴)

کیوں کہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے اُمتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیوں کر ہو آپ کا وجود تربیت تمام اُمت کے لئے یکساں مفید ہے کہ پچھلے امیتوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہلِ عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو یہ آیت: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ کے دونوں جملے جدا جدا آپ کی حیات پر ایسے دلالت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قرآن ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی ہی نہیں۔ (رسالہ مذکور ص۴۰ و ص۴۱)

ف: حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور علامہ عتبی کی روایت سے دو واقعات آگے آئیں گے جس میں استغفار والی آیت سے استدلال ہوا۔

حضرت مولانا نانوتوی رحؒ نے آگے چل کر فرمایا :-

"بہر حال ہر چہ بادا باد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت میں مثل حیات فرق ہے ہاں فرق ذاتیت وعرضیت متصور نہیں وجہ اس فرق کی وہی حیات ہے یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین، بوجہ عرضیت قابلِ زوال ہے اس لئے موت سے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زائل نہ ہوگی! ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی، سو در صورت تقابل عدم وملکہ اس استتار حیات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مثلِ آفتاب سمجھئے! کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم، حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا یا مثلِ چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبدایۃ مستور ہو جاتا ہے، زائل نہیں ہوتا" [۱۶]

۲- حضرت قطب الارشاد والتکوین مولانا مدنی قدس سرہ العزیز کا نظریہ دربارہ حیات سیّد دوعالم گذر چکا ہے۔

۳- خاتم المحدثین واقف رموز شریعت علامہ سیّد انور شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے ارشادات بھی گذر چکے ہیں۔

۴- حکیم الامّت مجدد ملّت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کا ارشاد گرامی درج ذیل ہے :-

"ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی اُمّت

کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

ف ص۳۵۷ پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا۔

ف ص۳۵۹ تلخیص مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوئے اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا نماز پڑھنا، سلام سننا، نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا یہ دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے یقظۃً میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے۔" (از نشر الطیب)

۵۔ مفسر القرآن شیخ الاسلام للپاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:۔

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حي كما تقرر وانہ یصلی فی قبرہٖ باذان واقامۃ"

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج اص ۳۲۹، ص ۳۲۵)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں زندہ ہیں اور نماز باذان و اقامت پڑھتے ہیں۔

۶۔ وارث علوم قاسمیہ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں:

"احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام بجسد عنصری زندہ ہیں جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔"

۷۔ پاکستان کے مفتیٔ اعظم مولانا محمد شفیع صاحب کراچی فرماتے ہیں:
"جمہور علماء اُمت کا عقیدہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہیں ان کی حیات برزخی صرف رُوحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو دنیوی حیات کے بالکل مماثل ہے۔"

علماء دیوبند کا جدید فتوٰے

مصدق ارشادات علماء دیوبند

جلد ۱۸۹ ———————— ۱۸ ذی الحج ۱۳۷۸ھ

حیات انبیاء کرام کے سلسلہ میں راجح مسلک وہی ہے جس کی تشریح "آب حیات" اور "جمال قاسمی" میں اور "المہند" اور "مکتوبات شیخ الاسلام" مدنی رح میں کی گئی ہے الغرض حیات انبیاء کرام کا مسئلہ اہل سنّت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ اجساد مطہرہ کے ساتھ حیات قائم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

سید مہدی حسن غفر لہ مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح

(مسعود احمد نائب مفتی دارالعلوم دیوبند)

اکابر علماءِ اہلِ حدیث حضرات کا عقیدہ

حیات قبر اور حیات النّبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

اہلِ حدیث کے امام اور اہل سنّت والجماعت کے واجب الاحترام علامہ محمّد بن علی شوکانی یمنی م ۱۲۵۰ھ نے اپنی مستند اور مقبول کتاب "نیل الاوطار" میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جملہ احادیث نقل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل فیصلہ فرمایا ہے:

"وعن اوس بن اوس رواہ الخمسۃ الا الترمذی الحدیث الاول اخرجہٗ ایضاً ابن حبان فی صحیحۃ والحاکم فی مستدرکہ وقال صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاہ وذکر۔ ابن ابی حاتم فی العلل والاحادیث فیھا مشروعیۃ الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلّم یوم الجمعۃ وانھا تعرض علیہ صلی اللہ علیہ وسلّم وانہ حیٌّ فی قبرہٖ وقد اخرج ابن ماجہ باسناد جیّد انہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال لابی الدرداء ان اللہ عزّوجلّ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وفی روایۃ للطبرانی لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صلوتہٗ قلنا وبعد وفاتك قال وبعد

وفاتی ان اللہ عزّوجلّ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء و قد ذهب جماعة من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه حیی بعد وفاته وانه یسر بطاعات امته ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشهدا - انهم احیاء یرزقون و ان الحیات فیهم متعلقه بالجسد فکیف بالانبیاء والمرسلین۔" (نیل الاوطار ج۳ ص۱۲۴)

ترجمہ: اور احادیث میں ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھا جائے اور یہ بھی احادیث میں ہے کہ آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ کریم نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کھانے حرام کر دئے ہیں، اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ جب کوئی بندہ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ مجھ کو پہنچتا ہے ہم (صحابہ رض) نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی وفات کے بعد بھی پہنچے گا تو آپ نے فرمایا کہ ھاں میرے اس دنیا سے ظاہر چلے جانے کے بعد بھی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے اس لئے محققین علماء کی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں اور وہ اپنی اُمت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں جب قرآن کریم میں شہدا کے متعلق ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور

ان کی زندگی جسم کے ساتھ ہے تو پھر انبیاء کرام اور مرسلین کے لئے اس کا انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے علیہم السلام۔

(نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

نوٹ! یہی علامہ شوکانی اپنی مشہور کتاب "تحفۃ الذاکرین" ص۳۱ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ روح سے مراد نطق کا لوٹانا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روح تو قبر میں بھی آپ سے جدا نہیں ہوتا۔

اسی امام شوکانی نے حصن حصین کی شرح "تحفۃ الذاکرین" میں فرمایا:

"وقد تقدم الجمع بین الاحادیث الدالۃ علی ان الانبیاء احیاء فی قبورھم والاحادیث مفرحۃ بان اللہ یرد علیہ روحہ عند سلام من سلم غیرہ ص۳۰ اور روح کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ قیل والمراد برد الروح النطق لانہ صلی اللہ علیہ وسلم حیی فی قبرہ و روحہ لا تفارقہ۔ جس کی تشریح گذر چکی ہے۔

نوٹ: رسالہ امام شوکانی (مؤلفہ مولانا حنیف بھوجیانی مصدقہ مولانا محمد اسمٰعیل گوجرانوالہ) میں اس کتاب "تحفۃ الذاکرین" کو امام شوکانی کی تصنیف تسلیم کیا گیا ہے جس کا نمبر ۹ ہے۔

—— ۲ ——

جماعت اہل حدیث ہندیہ کے امام اور محدث اعظم حضرت میاں نذیر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ وقدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"اور حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے

میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے، چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے لیکن کیفیت حیات کی ان کی اللہ تعالےٰ جانتا ہے اوروں کو یہ کیفیت بخوبی معلوم نہیں ؎ (ضمیمہ فتاوی نذیریہ ص۵۵)

۳

قابلِ احترام بزرگ محدث ومفسر نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں چنانچہ آپ نے اپنی کتاب رالتکیت فی شرح اثبات التثبیت میں فرمایا ہے :۔

"احادیث متواترہ ماند برانکہ عود می کند روح بسوئے بدن وقت سوال، وایں تعلق ہمیشہ مے ماند اگرچہ جسد جاں دریدہ ومتفرق ومنقسم گردد۔ وسوال بدن بلا روح قول طائفہ است وجمہور انکارش کردند ودیگر در برابر ایشاں گویند کہ سوال روح را با بدن است وایں غلط فاحش است ورنہ قبر را بدان اختصاص نہ باشد

(ص ۲۳ و ص ۲۴ و ص ۲۴ مطبوعہ ۱۲۹۲ھ)

کتاب کے شروع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کا یہ فرمانا کہ قبر میں شعور اور ادراک تمہارے ساتھ رہیگا گذر چکا ہے اس روایت کی توثیق اور تائید نواب صاحب نے کرتے ہوئے اپنی کتاب "حضرات التجلی" کے ص۱۷۱ میں نقل فرمایا ہے۔قال البیھقی والانبیاء علیھم السلام بعد ما قبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیا عند ربھم۔

نواب صاحب اپنے سفرنامہ حج رحلۃ الصدیق میں فرماتے ہیں جس کا

ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ قریب سے

صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے فرشتے پہنچاتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔ (رحلۃ ص۸)

متذکرہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ظاہر ہے کہ:۔

الف - موت کے بعد بھی روح کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے۔

ب - عذاب اور ثواب اسی قبر میں ہے جہاں بندہ دفن کیا جاتا ہے

ج - بدن گل جائے یا سڑ جائے تب بھی روح کا تعلق رہتا ہے۔

د- اسی بدن یا اس کے ذرات کے ساتھ ادراک اور شعور باقی رہتا ہے۔

ر - جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں

س- صحابہ کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ دوبارہ نبوت میں سلام پیش کیا کرتے تھے۔

۴- مولوی فضل الرحمٰن صاحب (رہری پور) فرماتے ہیں:۔

"معلوم ہوا کہ کل پیغمبروں کے اجسام زمین کے اندر صحیح وسالم ہیں اور روح تو سب کی سلامت رہتی ہے۔ پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع جسم صحیح وسالم ہیں اور قبر شریف میں اہل حدیث کا یہی اعتقاد ہے۔ (رسالۃ درود شریف از مولانا موصوف)

معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعۃ کے سب فرقے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ پر متفق ہیں۔ یہ عقیدہ کسی کا بھی نہیں کہ جسد اطہر روضہ انور میں سلامت تو ہے۔ مگر روح کا تعلق نہیں ہے۔

نہایت ضروری

حیات بعد الموت کے منکرین ان کتابوں کی تخفیف کرتے ہیں جن میں اس زندگی کا ذکر ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے لئے علامہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ کی نصیحت درج کی جاتی ہے۔ جو آپ نے اپنی کتاب "حضرات التجلی من نفحات التحلی والتخلی" مطبوعہ ۱۲۹۸ھ میں فرمائی ہے۔

"میں نے "ابیات تثبیت" کی ایک مفصّل شرح لکھی ہے جس میں حیات قبر اور انبیاء علیہم السّلام کی حیات کو ثابت کیا ہے۔ امام سیوطیؒ نے بھی اسی موضوع پہ ایک مدلّل کتاب لکھی ہے جس کا نام "شرح الصدور" ہے۔ جو آدمی اللہ تعالٰے اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان کتب کا مطالعہ کرے اور ان سے نصیحت حاصل کرے مگر میں دیکھتا ہوں کہ آج عالم اور جاہل اکثر دنیاوی خواہشات کے لئے سرگرم عمل ہیں اور ان کتابوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں" ص۴۲

نواب صدیق حسن خان مرحوم خود دربار نبوّت میں حاضر ہوئے اور شرف سلام سے مشرف ہوئے۔ اسی سفر کے حالات کو اپنی مشہور کتاب "رحلۃ الصدیق" میں ذکر فرمایا۔

علامہ عبدالحمید الخطیب شیخ الحرم وسابق رکن مجلس شورٰی حکومت سعودیہ فرماتے ہیں کہ:

جب میں مسجد حرام میں مدرس تھا تو مجھ سے شام کے حاجی نے آکر شکایت کی کہ میں بیت اللہ شریف کے مطاف میں الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ کہہ رہا تھا کہ ایک عالم نے جو اپنے آپ کو نجدی

ظاہر کرتا ہے روک دیا۔ میں نے جناب شیخ ابن مانع اور جناب شیخ عبدالظاہر امام مسجد حرام سے پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جس نے روکا ہے وہ ان کے خلاف بُرا بھلا کہہ رہا ہے یہ بات اور اس قسم کی دوسری باتیں لوگوں کی نظر میں وہابیہ نجدیہ کی حقارت کا باعث بنی ہوئی ہیں کیا واقعی علمائے نجدیہ وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ان کے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا حرام ہے تو میں نے اس کو جواب دیا کہ تمام اسلاف وہابیہ اس سلام کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ خواہ مخواہ اپنے غلط عقائد کو عقائد وہابیہ کے ساتھ غلط ملط کر کے وہابیہ کو بدنام کر رہے ہیں۔ جو جیسا کہ انڈونیشیا میں ایک جماعت اور نغ ہابیہ کے خلاف ہیں تو اس سے متاثر ہو کر میں نے یہ قصیدہ لکھا اور اس کو اجلہ علمائے نجد کے سامنے پیش کیا سب نے تصویب فرمائی۔" (دیباچہ ۴،۷)

کچھ دنوں کے بعد میں مدینہ منورہ سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب میں مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گیا تو مجھ کو ایک صالح اور متقی انسان ملا جس نے کہا کہ میرا نام شیخ احمد ہے اور میں دربارِ پر انوار کا خادم ہوں مجھے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے اسے روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھیں۔ چنانچہ خطیب صاحب نے مجھے بیان کیا کہ وہ قصیدہ میں نے روضۂ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھا اس قصیدہ کا نام "تحیت للحبیب" ہے اور وہ مصر میں طبع ہو چکا ہے۔ جیسا کہ خطیب صاحب نے اپنی کتاب

اسمی الرسالات ص۲۱۸ میں کہا ہے۔

اس قصیدہ مبارکہ کے چند اشعار تبرکاً درج کرتا ہوں:

رسول اللہ یا من قد حباہ
الہ العرش بالنعم الجسام
و سودہ علی کل البرایا
ورفعہ الی اعلی المقام
لهذا یا رسول اللہ انی
اتیت مقدما کل احترام
وحسبی ان ترد علی سلامی
بنفسك یاحبیبی بالسلام
فقد بشرتنا قدما بهذا
وانت الیوم اسمع للکلام
علیك سلام اللہ یا سید الوری
ومن قدرہ عند الالہ عظیم
ومن خصہ المولی باسراء جسمہ
الی سدرۃ فوق السماء تقیم
وفی مسجدی یا قوم صلوا وسلموا
علی فانی بالسلام علیم
ارد علیکم بالسلام فخالقی
یرد الی الروح وھو حکیم
واعرف من صلّی علی بمسجدی

ویکرمهم عند القاء کریم

وکان ابن فاروق یجی اذا اتی

الیه من الاسفار وھو یھیم

ولم یعترض یوما علیه صحابهٗ

وھذا دلیل للجواز قویم

وقد جاء فی الاخبار ان شھادۃ

من الحجر المعلوم حین یقوم

تقدم بالتقبیل للّٰه خالصًا

ستنفع والمولی بذاك علیم

مندرجہ بالا اشعار میں مندرجہ ذیل امور واضح ہیں:۔

۱۔ الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسُول اللہ دُور سے کہنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ اس رسالہ کا مقصد مصنف نے بیان کیا ہے علمائے دیوبند کے ہاں بھی شوق و محبت صلوٰۃ والسّلام کی صورت میں اس کا پڑھنا درست ہے۔ (الشہاب)

اور حسب ارشاد مولانا محمد شفیع صاحب مفتی اعظم "خود اجلہ علماء کا معمول ہے" (رسالہ المفتی دیوبند)

۲۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت روزہ کی طرح فرض عین ہے۔

۳۔ آپ کی خدمت میں اب بھی سلام عرض کرنے والے کا سلام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اور اس کو پہچانتے بھی ہیں۔

۴۔ اور یہ بات بدعت نہیں بلکہ عبد اللہ بن عمرؓ جیسے صحابی جب سفر سے واپس آتے تو سلام عرض کرتے اور صحابہؓ نے یہ کام دیکھا مگر انکار نہ کیا اس لئے

اس امر پر اجماع صحابہ کرامؓ ہو گیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تشریف فرما ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۵۔ جب ایک پتھر (حجر اسود) کو سلام کیا جاتا ہے کہ وہ قیامت میں شفاعت کرے گا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اُمید کیوں نہیں رکھی جا سکتی۔

ابنِ تیمیہؒ کا مسلک

ابن تیمیہؒ نے ۷۲۶ھ ہجری میں یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جناب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنا گناہ ہے" تو اس وقت جملہ علماء مذہب نے اس کی تکفیر کی۔ اس فتویٰ کی تصویب اور تصدیق محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ بن جماعۃ الشافعیؒ، محمد بن الجریری انصاری الحنفی، محمد بن ابی بکر المالکی، احمد بن عمر المقدسی الحنبلی، نے فرمائی یہ ہر چہار حضرات اس وقت مصر میں قاضی القضاہ کے عہدہ پر فائز تھے۔ سلطان ناصر محمد بن قلاون نے اس کو قید کر دیا اور اہل دمشق اور دوسرے تمام شہریوں کے لئے ایک سرکلر جاری کیا جس میں اس کے غلط عقیدے سے باز رہنے کی تلقین کی گئی تھی۔ (السیف الصقیل ص ۱۵)

ابن تیمیہؒ کو یہ مغالطہ شد رحال والی حدیث سے لگا جس کا مطلب واضح ہے۔ کہ کسی مسجد میں اس نیت سے جانے کے لئے سفر کرنا درست نہیں ہے صرف مسجد حرام بیت المقدس مسجد نبوی، یہ بحث تو مساجد کے متعلق ہے نہ کہ زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ لیکن جب مدینہ پہنچ گیا تو ابن تیمیہؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ دربار نبوت پر سلام عرض کرے اور ان الفاظ میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یہ باور کر لے کہ اس کا سلام خود

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سُنتے ہیں۔ ابن عمرؓ اور دوسرے تمام صحابہ کرامؓ کا معمول رہا ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہؒ نے مناسک حج کے متعلق مستقل رسالہ لکھا ہے اس میں تصریح کردی کہ:۔

ثم یسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فانہ قد قال ما من احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام وکان عبد اللہ بن عمر یقول اذا دخل المسجد السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابت ثم ینصرف وھٰکذا کان الصحابۃ یسلمون علیہ فاخبر انہ یسمع الصلوٰۃ والسلام من القریب وانہ یبلغ ذالک من البعید

(ص ۳۹۱ رسالۃ ۱۶ ص ۳۹۰)

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ السلام اور اُن کے دونو ساتھیوں پر سلام کہے چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میرے روح کو لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس سلام کا جواب دیتا ہوں عبداللہ بن عمر اور دوسرے صحابہؓ اسی طرح (صیغہ خطاب) سلام عرض کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ قریب صلوٰۃ والسلام کو وہ خود سماع فرماتے ہیں اور دور سے دربار نبوت میں وہ سلام پہنچایا جاتا ہے۔

ابن تیمیہ کے اس نظریہ سے معلوم ہوا کہ:۔

ا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے خود صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں اور دور سے ان کو فرشتوں کی وساطت سے پہنچایا جاتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

ب۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد رُدّ روح بالکل سنداً اور متناً صحیح ہے۔

ج - ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابۂ کرام کا یہ مسلک رہا ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر سلام کہا کرتے تھے۔

یہ عقیدہ واقعات کی روشنی میں

اگرچہ یہ عقیدہ تواتر سے ثابت ہے اور اس کی کئی مثالیں اور تاریخی واقعات موجود ہیں مگر رسالہ کے اختصار کے پیش نظر چند درج کئے جاتے ہیں۔

۱- دسویں صدی ہجری کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ ان کے پاس ایک فریادی آیا اور اس نے درخواست کی کہ آپ سلطان قایتبائی خان کے پاس جا کر میری سفارش کریں آپ نے اس کو جواب میں لکھا کہ اے میرے بھائی میں ۷۵ دفعہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے جاگتے اور نیند کی حالت میں بھی مشرف ہو چکا ہوں آپ سے بعض احادیث کی صحت کے متعلق پوچھ چکا ہوں، اب مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں آپ کے ساتھ سلطان کے پاس سفارشی ہو کر چلا جاؤں تو اس سے ہو سکتا ہے کہ زیارت پھر مجھے نصیب نہ ہو میں اس شرف اور بزرگی کو جو زیارت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ کو حاصل ہے اس شرف سلطانی پر ترجیح دیتا ہوں (سعادت الدارین ص۴۳۲ ونیض ج ص)

۲- امام اشعری کا پہلا مسلک معتزلہ تھا آپ کو تین دفعہ خواب میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اشعری کو فرمایا کہ اے ابوالحسن میری احادیث کی تائید کر و اس لئے

کہ وہ صحیح ہیں چنانچہ ابوالحسن اشعری نے احادیث کا مطالعہ شروع
کر دیا اور بالآخر اعتزال سے تائب ہو کر اہل سنت کا مسلک اختیار فرمایا
(طبقات کبری ج ۱ ـــ)

اس واقعہ کو مشہور مؤرخ اور مصنف میکڈانلڈ نے بھی اسپیٹیا کی کتاب
(R ELIGIOUS ATTITUDE AND LIFEIEINISLA) سے نقل
کیا ہے۔

ایک شخص قطب شاذلی رح مشہور بزرگ جو کہ امام غزالی کے ہمعصر تھے اور
امام کے ساتھ ان کی رقابت تھی ایک دن وہ احیاء العلوم کو لے کر بازار
میں تشریف لائے اور عام لوگوں سے کہا کہ میں احیاء العلوم کو بہتر
کتاب نہ سمجھتا تھا اور نہ ہی اس کے مصنف کو عزت کی نگاہ سے دیکھا
کرتا تھا آج رات کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس توہین کے
بدلے میں مجھ کو تعزیر دی۔ اور مجھ کو کوڑوں سے پٹیا یہ میرے بدن
پر ان ہی کوڑوں کے نشانات موجود ہیں چنانچہ سب حاضرین نے ان
کو ملاحظہ کیا۔ (کتاب البشرۓ اور الغزالی صہ ۸۲)

علامہ نور الدین سمہودی ۹۱۱ھ جنھوں نے مدینہ منورہ کے حالات
پر مفصل اور محققانہ تبصرہ فرمایا ہے اور جن کی تصویب اور توثیق خاتم
المحدثین بخاری ہند علامہ سید محمد انور شاہ صاحب نے بھی فرمائی ہے
نے کئی واقعات نقل فرمائے ہیں جنھیں چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں

۴۔ ابن الجلاء کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مدینہ منورہ آیا اور سخت بھوک لگا
تو قبر انور کے پاس آکر درخواست کی کہ حضرت شہنشاہ کونین کا مہمان
حاضر ہے اتنے میں مجھ کو نیند آگئی خواب میں دیکھا کہ ان حضرت ؐ

اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک چپاتی عنایت فرمائی ہے۔ جو میں نے کھانی شروع کردی ابھی آدھی کھا چکا تھا کہ میں نیند سے بیدار ہو گیا جب میں جاگا تو اپنے ہاتھ میں آدھی روٹی کو موجود پایا۔

۵- ابوالخیر اقطع کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا پانچ دن تک بھوکا رہا آخر پانچ یوم کے بعد دربار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھ کر کہا کہ حضرت میں تو جناب کا مہمان ہوں یہ کہہ کر قبر انور کے پیچھے سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ جناب ابوبکر رضؓ اور بائیں حضرت عمر رضؓ اور آپ کے آگے آگے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے انہوں نے مجھے ہلاتے ہوئے فرمایا کہ اٹھ جناب سردار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ میں اٹھا اور حضور انور کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک چپاتی دی جو میں نے کھالی ابھی آدھی کھائی تھی کہ جاگ پڑا اٹھا تو میرے ہاتھ میں چپاتی موجود تھی۔

۶- محمد ابن ابی زرعہ شیرازی کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ اور عبداللہ ابن حنیف کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا ہم سخت مفلس اور قلاش ہو گئے جب مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے اپنے والد ماجد سے بھوک کی شکایت کی چونکہ میں ابھی بچہ تھا اس لئے میری بھوک سے سخت بے تابی دیکھ کر میرے والد ماجد دربار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں مراقب ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہم سب آپ کے مہمان ہیں! تھوڑی دیر کے بعد میرے باپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ میرے والد ماجد ہنس بھی رہے ہیں اور رو بھی رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے دیکھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں کچھ نقدی دے دی ہے یہ کہہ کر میرے باپ نے

نے مٹھی کھولی تو اس میں روپے موجود تھے۔ اللہ کریم نے ان میں اس قدر برکت ڈالی کہ جب ہم شیراز واپس لوٹے تو وہی ہمارا سرمایہ رہا۔

۷۔ علامہ نور الدین فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خود شیخ محمد ابن ابی امان سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں محراب فاطمہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ کہ شریف مکہ بعد زیارت روضہ اطہر کے واپس لوٹ کر آیا اور وہ بڑا ہشاش بشاش تھا روضہ اطہر کے خادم شمس الدین صواب نے اس سے پوچھا کہ کیوں ہنس رہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے دربار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی بھوک کی شکایت کی تو آپ نے مجھ کو دودھ کا ایک پیالہ پلایا جس کو میں نے خوب سیر ہو کر پیا اور وہ ابھی تک میرے منہ میں موجود ہے چنانچہ انہوں نے اپنی ہتھیلی پر تھوک ڈالا تو وہ دودھ تھا۔

اسی طرح بہت سی حکایات علامہ نور الدین نے ذکر فرمائی ہیں:۔

۸۔ قصیدہ بردہ جس کو عرف عام میں اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ مگر اس کا صحیح نام جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے بُرءِ الداء ہے یعنی وہ قصیدہ جس کے پڑھنے سے بیماری سے شفا ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الہند کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی رح نے اس کی وجہ تالیف میں فرمایا ہے کہ:۔

"مصنّف قصیدہ حضرت علّامہ ابو عبد اللہ شرف الدین محمدؐ ابن سعید بوصیری نے فرمایا کہ مجھ پر فالج کا حملہ ہوا جس نے میرے بدن کے نچلے حصّے کو بالکل اور شل کر دیا۔ میں سخت معذور اور لاچار ہو گیا۔ مجھے خواب میں یہ الہام کیا گیا کہ میں جناب سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھوں اور اس کو دربار خداوندی

میں اپنی بیماری سے شفا کی درخواست کا وسیلہ بنا کر دُعا کروں چنانچہ میں نے یہ قصیدہ لکھا اور سو گیا خواب میں جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا آپ نے اپنے دست مبارک کو میرے بدن پر پھیرا ہیں اسی وقت تندرست ہو گیا۔ جبکہ میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا جبکہ میں صبح گھر سے نکلا تو مجھ کو فقیر منش بزرگ نے یہ کہا کہ میں آپ سے اس قصیدہ کو سُننا چاہتا ہوں جو آپ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے میں نے کہا کہ میں نے تو بہت سے قصائد لکھے ہیں آپ کونسے قصیدہ کے متعلق فرماتے ہیں؟ اس پر اس درویش نے فرمایا کہ وہ قصیدہ جس کا ابتدائی شعر یہ ہے:

امن تذکر جیران بذی سلم

مجھ کو یہ بات سن کر بڑا تعجب ہوا اس لئے کہ میں نے یہ قصیدہ کسی کو نہیں سنایا تھا اس درویش نے فرمایا کہ جب یہ قصیدہ پڑھا جا رہا تھا تو میں نے اس کو سُنا اور میں نے دیکھا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرسبز ٹہنی کی طرح جھوم رہے تھے۔" (عطر الوردہ صـ۳)

یہ بات اتنی مشہور ہے کہ تواتر تک پہنچ چکی ہے

ف: دار العلوم دیوبند کے نصاب میں قصیدہ برء الداء کا پڑھانا بھی داخل ہے۔ مگر اس لحاظ سے نہیں کہ یہ ایک بلند پایہ علمی، اور ادبی کتاب ہے اس کے پڑھنے سے عربی زبان، اور عربی ادب میں مہارت پیدا ہو سکتی ہے بلکہ جیسا کہ شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ:۔

"اس قصیدہ کا داخل نصاب فرمانا اس لئے ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہو۔" (ملفوظات)

۹۔ شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالے کا ۲ر مارچ ۱۹۵۲ء کو داہنا حصہ سن ہوگیا، ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ یہ فالج کا اثر ہے آپ کو بڑا صدمہ اور تکلیف ہوئی دوسرے یوم آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مجھ کو آپ کی زیارت ہوئی اور آپ نے دہنے ہاتھ پر دعا پڑھی اور دم کیا اور فرمایا کہ حسین احمد تشویش کی کوئی بات نہیں ہم صرف تمہاری عیادت کو آئے ہیں چنانچہ حضرت بفضلہ تعالے تندرست ہو گئے۔

(الصدیق بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام)

۱۰۔ حضرت سید احمد رفاعی کبیر رحمۃ اللہ علیہ صوفیائے امت اور اولیائے ملت میں سے گزرے ہیں ان کا واقعہ حضرت حکیم الامۃ کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:۔

"وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور شدت شوق میں یہ اشعار پڑھے:۔

ے فی حالة البعد روحی ارسلها
تقبل الارض علی رھی نا بتی
فھذہ دولة الاشباح قد حضرت
فامدد یمینك کی تحظی بھا شفتی

فوراً حضورؐ کا دست مبارک مزار مبارک سے ظاہر ہوا انہوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بے ہوش ہو گئے ۔اس وقت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم کے نور سے سورج بھی ماند ہو گیا تھا لکھا ہے کہ اس وقت نوے ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ جس میں بڑے بڑے قطب اور غوث ابدال اور بزرگ بھی موجود تھے۔ (بنیان المشید)

:- حضرت سید احمد رفاعی کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ چھٹی صدی ہجری کے بڑے ولی ہوئے ہیں آپ نے تصوف میں ایک کتاب "البرھان المؤید" لکھی ہے۔ جس کا ترجمہ اردو میں مولانا ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ ٹنڈو الہ یار نے حضرت حکیم الامتہ کے حکم سے فرمایا ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا یہ کتاب اس قابل ہے کہ سالکین روزانہ بطور ورد کے اس کا مطالعہ کریں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق مولانا تھانوی نے فرمایا ہے کہ:-

"بفضلہٖ تعالیٰ اس جوار پاک شہ لولاک میں پہنچے اور بہ شرف جواب صلوٰۃ وسلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے"۔ (امداد المشتاق صٓ۱۲)

۱۱- حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صدر المدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی کا بیان ہے کہ ان سے :-

"حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب مرحوم مفتی مالیر کوٹلہ نے بیان کیا کہ جب میں ایک بار مدینہ منورہ گیا تو مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ امسال روضہ اطہر سے عجیب کرامات کا ظہور ہے ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربار رسالت سے وعلیکم السلام کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا! مجھے یہ ہندی نوجوان کون تھا یہی تمہارے اُستاد مولانا

حسین احمد مدنی (الجمیعتہ شیخ الاسلام)

امام الحرمین فرماتے ہیں کہ میں نے فلاسفہ، معتزلہ، اہلسنت کے دلائل کو باہم برابر پایا اور حیران تھا۔ کہ کس طرف رجوع کروں، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا علیك باعتقاد الصابونی چنانچہ میں نے وہی مسلک اہل سنت اختیار کر لیا:

"یہ امام صابونی اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن مشہور محدث اور مفسر ہیں۔ جن کی وفات بروز جمعہ ۴ محرم ۴۴۹ھ کو ہوئی"

(بستان المحدثین فارسی صـ ۸۶)

یحیٰی بن معین محدث جنہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں ۲۳۳ھ کو مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد مکہ مکرمہ جانے لگے پہلی ہی منزل پر روح اقدس سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے قرب کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ واپس مدینہ لوٹ آئے۔ تین دن کے بعد رحلت فرما گئے۔

امام ابن ذرمہ جن کا نام محمد بن احمد طری تھا وہ کہتے ہیں کہ میں شیراز سے اپنے والد کے ساتھ حج کی زیارت سے مشرف ہوا میں اس وقت نابالغ تھا۔ ہمارے پاس زادِ راہ ختم ہو گا مجھے ایک رات بھوک نے سخت تنگ کیا تو اپنے والد ماجد سے عرض کیا وہ مجھ کو لے کر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچے اور یہ عرض کیا۔

"آج ہم حضرت سید دو عالم کے مہمان ہیں" تھوڑی دیر کے بعد میرے باپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور روتے ہوئے یہ کہا میں نے دیکھا سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں چند درہم رکھ دیے ہیں۔ کھول کر دیکھا تو ان کے ہاتھ میں واقعی روپے موجود تھے

اللہ تعالےٰ نے ان میں اتنی برکت دی کہ شیراز کی واپسی تک وہ ہمارے کام آئے۔

نوٹ:۔ امام ابن ذرعہ کا سال وفات ۲۴۸ھ ہوئے۔ اور اس واقعہ کو مشہور محدث و مفسر ابن جوزی نے اپنی کتاب المنتظم جز عاشر ص۴۵ میں نقل کیا ہے"

ہو سکتا ہے۔ بعض ناواقف یا متعصب ضدی یہ سوال کر دیں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیں اور (خوش نصیب) انسان سن بھی لے تو اس کے لئے دلیل قرآنی پیش ہے کہ اللہ کریم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے والوں کے لئے سلام اور رحمت دامن کی خوشخبری دینے کا ارشاد فرمایا:۔

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (انعام ع ۶)

ترجمہ:۔ اور جب آئیں تمہارے پاس وہ لوگ جو مانتے ہیں ہماری آیات (احکام قدرت نشانی) کو تو کہو سلام ہو تم پر واجب کیا تمہارے رب نے اپنے پر مہربانی کو کہ جو کرے۔ اسکے بعد گناہ غلطی سے اور سنور جائے تو اللہ بخشنے والا بہت بڑا مہربان ہے۔

ظاہر ہے جو دربار نبوی میں گناہوں کی معافی کے لئے جاتا ہے اس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں، کوئی خوش نصیب سن لیتا ہے اور کوئی نہیں سن سکتا۔ اس میں اشکال کی کوئی وجہ نہیں:۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصال کے بعد تیسرے روز ایک اعرابی آیا۔ اور اس نے ارض پاک میں اپنے آپ کو غلطاں و پیچاں کرتے ہوئے عرض کیا:

یا رسول اللہ! آپ نے اللہ کریم کا کلام پڑھا اور ہم نے سنا۔ آپؐ نے اللہ کریم کے کلام کو محفوظ رکھا اور ہم نے آپؐ سے سُن کر یاد کیا۔ اسی کلام خداوند قدوس میں یہ بھی ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الآیۃ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے میرے گناہ بخشوا دیں تو آواز آئی کہ تیرے گناہ اللہ نے بخش دیے۔

علامہ عتبی فرماتے ہیں کہ:

میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت مبارک کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سُنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا الآیۃ پس میں آپؐ کے پاس حاضر ہوا ہوں اپنے گناہوں کی مغفرت کا طالب ہوں اور اپنے پروردگار کے حضور آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے دو شعر پڑھے اور مجھ کو نیند آگئی خواب میں جناب سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ جا کر اس اعرابی کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(ابن کثیر ج۲ ص۱۰۵ مطبوعہ علیٰ جلالۃ الملک)

۱۶۔ قراء سبعہ میں سے امام قرأت نافع مدنی ہیں وہ جب پڑھا کرتے تھے تو ان کے منہ سے خوشبو آتی تھی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اُن کے منہ میں قرأت فرمائی تھی۔ امام

شاطبی اسکو یوں فرماتے ہیں:

فاما الکریم السر فی الطیب نافع فذاک الذی اختار المدینة منزلا

فقہ حنفی کا اب بھی یہی حکم ہے کہ دربار عالی میں حاضری کے وقت یہ حالت ہو:۔

ویمثل صوتہ الکریم البھیة صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کانہ نام فی لحدہ یسمع کلامہ ثم یقف عند راسہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقول اللھم انک قلت وقولک الحق ولو انھم اذ ظلموا انفسھم۔ (الایۃ)

وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین نبیک الیک۔

(طحطاوی شرح در مختار جلد اول ص ۴۹۹)

ترجمہ: جناب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک کو ذہن میں حاضر کرے اور یوں سمجھے کہ آپ اپنی لحد پاک میں نیند فرماتے ہوئے اس کی بات سن رہے ہیں اور طلب شفاعت کرتے ہوئے یہ درخواست کرے کہ اے اللہ تو نے خود فرمایا اور تیری بات حق ہے کہ اگر یہ گنہگار۔ چنانچہ ہم حاضر ہوئے جناب کی بات کو سنا آپ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اے اللہ تیرے عالی دربار میں تیرے نبی کو شفیع پیش کرتے ہیں۔

یہ عقیدہ تجربے کی دنیا میں اور اس پر شبہ کی سزا

محمد بن جعفر نیشاپوری نے کہا ہے کہ:

میں نے ایک دن بلا تحقیق یہ کہا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ جو آدمی بدھ یا سینچر کو فصد کرائے گا اور اس پر اگر اسے برص (کوڑھ) کا مرض لاحق ہو تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے یہ درست معلوم نہیں ہوتا چنانچہ میں نے اسی خیال سے بدھ کے دن فصد کرائی جس کے نتیجہ میں مجھ کو برص کا مرض

لاحق ہوگیا میں نے خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا تو اپنی بیماری کی شکایت کی آپ نے فرمایا تو نے میری حدیث کی اہانت کیوں کی میں نے دربار نبوت میں توبہ کی جب نیند سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو تندرست پایا۔ (الطرائف از حضرت تھانوی حصہ دوم ص۱۳)

۴۔ محی الدین ابن عربی نے مندرجہ ذیل واقعہ نقل فرمایا جس کی توثیق سیدنا انور شاہ صاحب نے بھی فرمائی کہ:۔

امام بخاریؒ اور امام احمدؒ کے ہمعصر جلیل القدر محدث بقیع بن مخلد گزرے ہیں جنھوں نے اپنی ایک کتاب میں ۳۰ ہزار احادیث جمع کی ہیں انہوں نے خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضورؐ اقدس نے ان کو دودھ کا پیالہ دیا اور انہوں نے پی لیا جب خواب سے بیدار ہوئے تو اس کو تجربہ کرنے کے لئے حلق میں انگلی ماری اور قے کردی تو قے میں دودھ نکل گیا جس سے ان کو یہ تو یقین ہو گیا کہ وہ دودھ دینے والے واقعی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے مگر اس تجربے کی سزا میں ان کو درجۂ قبولیت سے گرا دیا گیا چنانچہ آج ان کے نام سے بھی طلبا رحدیث واقف نہیں رحمۃ اللہ تعالےٰ (فیض الباری جلد ص ۱۷۹)

۴۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نے الفوائد البہیہ میں فرمایا ہے کہ محمد بن حمزہ آخر عمر میں اندھا ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اس بات کا مشاہدہ کرنے کے لئے کہ زمین علماء کے بدن کا گوشت نہیں کھاتی اپنے استاد کی قبر کو کھودا مگر ان کی میت کو صحیح وسالم پایا اسی وقت سے اندھا ہو گیا (ص ۱۶۶)

چند سوالات اور اُن کے جوابات

۱

قرآن کریم میں صاف موجود ہے کہ آپ پر موت واقع ہوئی جس طرح اوروں پر واقع ہوتی ہے تو پھر یہ حیات کیسی اور امتیاز کیسا!

جواب

اس آیت کا صحیح ترجمہ اور تفسیر سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور حیات و ممات میں دوسرے انسانوں سے الگ ممتاز مقام کے منجانب اللہ مالک ہیں جس کی کافی تفصیل گزر چکی ہے قرآن کریم میں آپکو دوسرے تمام انسانوں کو بظاہر ایک ہی قسم کے خطاب سے سرفراز فرمایا مگر حقیقت آپ کے خطاب کی اور عام انسانوں کے خطاب کی صورت علیحدہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں عام انسانوں کو فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

ظاہری الفاظ کو بدون شخصیت مخاطب کے لحاظ کے یہ ترجمہ کیا جائیگا اور سکھایا۔ آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے حالانکہ علوم نبوّت اور غیر نبوّت میں بڑا فرق ہے جو علوم نبی کو عطا کیے جاتے ہیں ان سے غیر نبی بالذات تو محروم رہتا ہے۔ نبی کے بتانے سے کچھ جان سکتا ہے (علیہ السلام) غیر نبی کے علوم کسبی اور نبی کے علوم وہبی، غیر نبی کے علوم ظن اور گمان مگر نبی کا علم یقین اور ایمان دونوں علموں میں فرق ہے اس بڑے رمز شناس کلام ربانی شاہ رفیع الدین قدس سرہٗ نے ترجمہ یہ فرمایا ہے:۔

"اور سکھایا تجھے وہ جو تو نہ جان سکتا"

یعنی جان سکتا کا لفظ شانِ نبوّت کا ترجمان ہے اسی طرح اس آیۂ کریمہ میں

بھی دو موتوں کا ذکر ہے ایک عام انسانوں کی موت اور ایک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ان دونوں میں فرق ہے یعنی بالفاظ مولانا نانوتوی قدس سرہٗ العزیز :۔

"عام انسانوں کی موت ہادم حیات ہے یعنی اس سے زندگی ختم ہو جاتی ہے اور آپ کی موت ساتر حیات ہے یعنی اس سے ظاہری طور پر موت واقع ہو گئی مگر حقیقت میں موت واقع نہیں ہوئی بلکہ زندگی پر پردہ پڑ گیا اس لئے دونوں موتوں میں فرق ہے اس کی وضاحت یوں ہے کہ قرآن کریم نے موت کو بھی نیند قرار دیا ہے مگر اس نیند میں بھی فرق ہے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اور عام انسانوں کی نیند میں فرق ہے عام انسانوں کی نیند میں تو بالکل غفلت ہوتی ہے حتیٰ کہ اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے انسانوں کا شعور ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فانہ لایدری این باتت یدہ کہ سوئے ہوئے انسان کو خبر نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری ہے۔

مگر انبیاء کرام کا وضوء نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ انبیاء کرام کا شعور اور ادراک اسی طرح باقی رہتا ہے جس طرح نیند سے پہلے بیداری میں تھا یہ انبیاء کرام کا خاصہ ہے۔

علامہ انور شاہؒ نے فرمایا ہے :۔

عدم نقض الوضوء بالنوم من خصائص الانبیاء

(العرف الشذی)

ترجمہ: نیند سے وضوء کا نہ ٹوٹنا یہ انبیاء کرام کا خاصہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام اگرچہ بظاہر سوتے ہیں مگر ان کا دل جاگتا ہے اس لئے ان کا

شعور اور ادراک باقی رہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جناب سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

ان عینی تنامان ولا ینام قلبی

یہ بات تو بلاشک ہے کہ میری دونوں آنکھیں تو سوتی ہیں مگر میرا قلب نہیں سوتا۔

(بخاری باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ)

اسی لئے صحابہ کرامؓ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند سے نہیں جگایا کرتے تھے کہ کہیں آپ پر وحی نازل ہوتی ہوگی بخاری میں ہے:۔

عن عمران وکان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نام لم نوقظہ حتی یکون ھو یستیقظ لانا لا ندری ما یحدث لہ فی نومہ۔

حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تھے تو ہم آپؐ کو نہیں جگاتے تھے اس لئے کہ ہم نہیں جانتے کہ آپ کے ساتھ نیند میں کیا واقع ہونے والا ہے۔ محدّث عصر علامہ انور شاہؒ نے ابن عربی سے نقل فرمایا ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اور دوسرے تمام حالات نیند اور بیداری میں یکساں طور پر محفوظ تھے۔ (فیض الباری ج ۲ صہ ۱۶۱)

اسی لئے انبیاء کرام جو خواب میں بھی دیکھتے ہیں۔ اس کو بھی وحی سمجھا جاتا ہے۔ اور خود بھی انبیاء کرام اس کو وحی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

آپ نے خواب دیکھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح فرما رہے ہیں اور اس

کو اپنے بیٹے سے بیان فرمایا تو بیٹے نے جواب میں یہ عرض کیا۔

یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

ترجمہ:- اے میرے باپ جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کو کریں
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اس خواب کو امر خداوندی سے تعبیر کیا حضرت شاہ ولی اللہ نے بخاری کے تراجم میں علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ سے بھی شہادت پیش کی فرمایا ہے۔

لا تنکر الوحی من رویاہ ان لہ

قلبا اذا نامت العینان لم ینم

آپ کی نیند کی وحی کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب آپ کی آنکھیں سوتی ہیں تو آپ کا دل اس وقت بھی نہیں سوتا شاید اسی لئے نزول قرآن کو آپ کے دل پر قرار دیا ہے
آپ بظاہر بڑی گہری نیند سو بھی گئے مگر پھر بھی سنتے رہے دیکھتے اور جانتے رہے واقعہ ذیل اس کی پوری تشریح اور تصدیق کرتا ہے۔

الحدیث:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر بطحاء کی طرف تشریف لے گئے مجھے بٹھا کر میرے اردگرد ایک لکیر ڈالی اور فرمایا کہ تم یہاں سے نہ نکلنا اور نہ کسی سے بات چیت کرنا پھر خود تشریف لے گئے اور رات کے آخری حصہ میں اس لکیر میں تشریف لا کر میری ران پر سر مبارک رکھ کر سو گئے اور آپ کی یہ عادت تھی کہ نیند کے وقت خراٹے لیا کرتے تھے (اس لئے مجھے معلوم ہوا کہ آپ سو گئے ہیں تو اس حالت میں جب کہ آپ نے میری ران کو شرف بخشا ہوا تھا اور

سو رہے تھے میں نے دیکھا کہ چند انسان سفید پوش بے حد جمیل اور خوبصورت اندر آئے ان میں سے چند ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس گئے اور کچھ آپ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے، اور آپس میں یوں کہنے لگے ہم نے ایسا کوئی خدا کا بندہ نہیں دیکھا جس کو وہ کمالات دیئے گئے ہوں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں آپ کی دونوں آنکھیں تو سو رہی ہیں مگر آپ کا دل جاگتا ہے پھر وہ اُٹھ کر چلے گئے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نیند سے بیدار ہوئے اور مجھ سے پوچھا کہ تم نے جو یہ کہہ رہے تھے سُنا؟ اور کیا تو یہ جانتا ہے کہ یہ کون لوگ تھے میں نے عرض کیا یَا رَسُولَ اللّٰہِ فِدَاکَ رُوْحِی اَبِی وَ اُمِّی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔

(حدیث ترمذی اتاج ج ۲ ۵)

مندرجہ بالا حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ :-

۱

فرشتے ویسے تو نظر نہیں آتے مگر انسانی صورت میں آتے ہیں تو نظر آجاتے ہیں اور یہی حال انبیاء کرام کی مثالی صورت کا ہے۔

۲

حضور سرور کائنات سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بظاہر پوری نیند میں تھے مگر پھر بھی فرشتوں کو دیکھا اور ان کا کلام سمجھا۔

— ۳ —

فرشتوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ آپ کا دل جاگتا ہے صرف آنکھ مبارک سوتی ہے تو جس طرح سے آپ کی نیند (حکمی موت) اور دوسرے انسانوں کی نیند میں فرق ہے اسی طرح آپ کی موت اور عام انسانوں کی موت میں فرق ہے دوسرے انسانوں کی موت پر ان کے مال کو تقسیم کیا جا سکتا ہے اور بیویاں بعد عدت کے نکاح کر سکتی ہیں مگر انبیاء کرام کا نہ تو مال تقسیم ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کی بیویوں (امہات المومنین) سے کسی کا نکاح جائز ہو سکتا ہے۔

نبی علیہ السلام اب بھی نبی ہیں ان پر اب بھی اسی طرح ایمان لانا ضروری ہے جس طرح ان کے دُنیا میں ظاہری طور پر موجود ہونے کی صورت میں تھا۔

۴۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوح اقدس کو بہشت کے کسی اعلیٰ مقام پر اگر مان لیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روح اقدس کو مزار اقدس میں مانا جائے۔

جواب

جناب سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوح اقدس کا تعلق ملا اعلیٰ سے بھی ہے اور قبر انور میں جسدِ اطہر سے بھی ہے اور ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ جس جگہ آج جسدِ اطہر آرام فرما ہے وہ خطۂ زمین ہزاروں جنتوں

سے اعلیٰ اور افضل ہے بلکہ علمائے دیوبند کا تو یہ عقیدہ ہے کہ وہ خطۂ پاک عرش بریں سے بھی افضل اور اعلیٰ ہے اور اس امر پر تو علماء کا اجماع ہو چکا ہے کہ جسدِ اطہر سیّدنا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جس خطہ پر جلوہ نما ہے وہ تو کعبہ شریف سے بھی افضل ہے۔ (وفاء الوفاء ص۲۸)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوح اقدس کو کسی مکان میں مقید کرنا درست نہیں شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری نے فرمایا ہے۔

ترجمہ: ہم نہیں کہتے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اقدس کی چار دیواری میں محبوس اور محصور ہیں بلکہ عالم اسفلی اور عالم علوی میں بامرہ تعالےٰ جہاں چاہیں درود اور نزول فرماتے ہیں شہداء جن کا مرتبہ انبیاء کرام سے بہت ہی کم ہے وہ عرش سے فرش تک اللہ تعالےٰ کی اجازت سے اپنے رُوحانی وجود سے سیر کرتے ہیں تو سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا رکاوٹ ہے یہ تو کسی نے بھی نہیں کہا کہ انبیاء کرام کی قبور مبارکہ خالی ہیں یا ان کے ارواح مقدسہ کا تعلق اجسام مبارکہ کے ساتھ نہیں۔ (جمع الوسائل جلد ۲ ص۳۰)

جنت جن کے قدموں میں ہو۔ جن کی جوتیوں کے صدقے جنت ملتی ہو ان کے روح پاک کو جنت کی کیا ضرورت ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة وزاد البخاری من حدیث ابی هریرة ومنبری

علی حوضی۔

ترجمہ: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصّہ باغیچہ ہے جنت کے باغات میں سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

شیخ ابن ابی حمزہ فرماتے ہیں کہ اللہ کریم نے اس مقدس حصّہ کو ریاض جنت سے اپنے حبیب کے اعزاز میں دنیا میں بھیجا ہوا اور قیامت میں پھر اس کو اصلی مقام پر منتقل کیا جائیگا جیسا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے پتھر ہیں۔ ایسا ہی یہ مقدس مقام بھی درحقیقت جنّت الفردوس کا ایک حصّہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اس وقت اپنے حوض کے عقر پر ہوں۔ یعنی اس جگہ پر جہاں سے حوض میں پانی داخل ہوتا ہو۔ (تجلّیات مدینہ)

اگر حقیقت شناس نگاہیں ہوں تو یہی "جنّت الفردوس" کا عالی مقام ہے۔ یہی حوض کوثر کا اصل منبع ہے۔ حکمت خداوندی نے حجر اسود اور مقام ابراہیم کی طرح اس روضہ جنت کی اصلی حقیقت کو نگاہوں سے پوشیدہ رکھا ہے۔

اس لئے آپؐ کا وجود اقدس جس جگہ رونق افروز ہے وہ جنّت سے اعلیٰ اور برتر ہے جنت تو آپ کے جوتوں کے طفیل مل سکتی ہے۔ شاید اسی لئے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاپوش مبارک دے کر بھیجا تھا کہ جو تم سے ملے اُسے کہدو کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ پڑھنے والوں کے لئے جنّت کی بشارت ہے۔

(مشکوٰۃ)

— ۳ —

موت اور حیات میں منافات ہے۔ موت کے بعد پھر زندگی کے ہونے کا کیا معنی؟

جواب: مفصل گذر چکا ہے کہ موت واقع ہونے پر بھی قرآن کریم نے زندہ کہا ہے۔ شہداء جن کے بند بند کاٹے گئے جلائے گئے مگر قرآن کریم نے ان کو مردہ کہنے اور مردہ سمجھنے سے منع فرمایا قرآن کریم نے تو سوتے ہوئے کو بھی مردہ کہا۔ اور ساتھ ہی وہ زندہ بھی ہے۔ فرمایا:۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا ۝ (پ ۲۳ ع ۲)

ترجمہ: اللہ وفات دیتا ہے نفسوں کو ان کی موت کے وقت اور جو ابھی نہیں مرے اُن کو وفات دیتا ہے ان کی نیند میں۔

ارشاد بالا میں وفات اور نیند ہر دو پر موت کا اطلاق فرمایا۔ قرآن کریم کا مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ موت اور حیات کا تعلق نفس سے ہے نہ کہ روح سے ۞

— ۴ —

جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ وہ تو صحابی بن گیا۔

جواب: صحابیت کی شرط اس دنیا میں زیارت ہے مطلقاً زیارت نہیں مگر پھر بھی جو آدمی اس ارادہ پر دربار نبوت میں مدینہ منورہ جائے اس کو اجر اور ثواب اتنا ہی ملے گا۔

دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم حضرت مولانا اعزاز علی قدس سرہ العزیز

" ان له اجرا کا جر من زار فی حیا والمشبة لا یعطی حکم المشبة بها من کل وجه"۔ (حاشیہ نور الایضاح")

ترجمہ: بلا شبہ ایسے خوش نصیب انسان کو اسی انسان کی طرح ثواب اور اجر ملے گا جیسا کہ اس عالم دنیا میں زیارت کرنے والے کو ملتا ہے مشبہ ہر اعتبار سے مشبہ بہ کی طرح نہیں ہوا کرتا (جیسا کہ زید شیر ہے یعنی شیر کی طرح بہادر ہے)

۵

اگر مان لیا جائے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات از قبیل حیات دنیوی ہے تو پھر آپ کہاں سے کھاتے اور پیتے ہیں خوراک کے بغیر زندگی تو امر محال ہے۔

جواب: حیات کے لئے اس خوراک کا ہونا ضروری نہیں جو ہم کھاتے ہیں آخر فرشتے بھی تو زندہ ہیں! تو وہ کیا یہی خوراک کھاتے پھر اس دنیا میں جب کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اس وقت بھی آپ کئی کئی دن تک بظاہر نہ کھاتے تھے مگر اپنے رب کے ہاں سے کھایا کرتے تھے جس کو مادی انسان نہ سمجھ سکے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے صوم وصال رکھنے کی اجازت طلب کی (یعنی رات کو بھی افطار نہ کریں) تو آپ نے منع فرمایا! اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضرت آپ خود بھی صوم وصال رکھتے ہیں، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"اَیُّکُمْ مِثْلِیْ فَاِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ"۔

ترجمہ: تم میں سے میری مثل کون ہے میں تو اپنے رب کے ہاں

رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

یہ ارشاد گرامی واضح طور پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ کے رزق کا معاملہ دوسرے معاملات کی طرح عام انسانوں سے بالکل علیحدہ اور ممتاز تھا یہ سب وساوس اور خطرات دراصل اس لئے پیش آتے ہیں کہ انبیاء کرام کو عام انسانوں سے ہر معاملے میں ممتاز اور جدا نہیں سمجھا جاتا۔

چنانچہ شارح مشکوٰۃ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب سابق استاذ دالعلوم دیوبند حال شیخ الحدیث جامع اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں :۔

ہم تو اس انسان کے لئے بھی ایسے رزق کا ملنا ممکن سمجھتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو تو آپ کے لئے اس طرح رزق کا ملنا کیسے ناممکن ہو سکتا ہے۔ (تعلیق جلد ا صـ۳۸۳)

چند خوش بختوں کی فہرست

۱۔ محمد بن عبداللہ الحلبی وفات ۱۵ ر شعبان ۷۷۶ھ ہر رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے۔

(درر کامنہ ۳ صـ۱۹۴)

۲۔ امین ابوالبرکات محمد (جس کے چودہ پشتوں کے اجداد کے نام محمد ہی تھے) تونس کے تھے مدینہ منورہ آکر آباد ہو گئے ایک دفعہ یہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم سے جدائی کس طرح پسند کر لی ؟ بس ارادہ ترک کر دیا اور مدینہ منورہ ہی میں ۷۴۳ھ کو وفات پائی۔ اپنا نام عاشق النبی رکھا تھا۔

(درر جلد ا صـ۱۳۴)

نوٹ: ان ہی کو تونس کے بادشاہ نے ملک واپس آنے کے لئے کہا تو
آپ نے فرمایا کہ مجھے ساری زمین کی بادشاہی بھی دی جائے تو سید
دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کو نہ چھوڑوں گا۔
(البدر الطالع صہ ۱۶)

۳۔ مولانا حبیب اللہ بیجاپوری م ۱۴۱ھ کئی دفعہ مدینہ منورہ سید
الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے ایک طویل
قصیدہ میں کہا:۔

اتانی رسول اللہ فی عین یقظتی
وجالسنی مستقبلا وھی قبلتی

(نزہۃ الخواطر ۱۵ صہ ۱۲۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

دنیا سے تشریف لے جانے کے مختصر امتیازی حالات

چوں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف دنیا سے
انتقال ہوا ہے یعنی آپ اس زمین سے اپنے روضۂ اقدس میں بامر
خداوندی خلوت گزیں ہیں اس لئے آپ کے اس سفر کا حال تمام انسانوں
سے عمدہ اور ممتاز ہے جیسا کہ:۔

غسل

جسم اطہر کو غسل دیتے وقت یہ اشکال پیش ہوا کہ جسم اطہر کو کپڑوں سمیت
غسل دیا جائے یا عام اموات کی طرح کپڑے اتار دئے جائیں اسی میں

لوگ کہتے کہ اس کمرہ میں موجودہ صحابہؓ کرام پر نیند کی سی حالت طاری ہوئی اور انہوں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے جسم اطہر سے کپڑے نہ اتارے جائیں بلکہ ان ہی کپڑوں میں وجود اطہر کو غسل دیا جائے۔ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد علماء اہل حدیث تک نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس کغیرہ من الموتی یعنی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام اموات کی طرح نہیں ہیں بلکہ خاص کیفیت کے مالک ہیں۔
(بلوغ المرام۔ سبل السّلام۔ نیل الاوطار)

دفن

دفن کے لئے اسی جگہ کو حسبِ ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص اور مقرر کیا جہاں آپ نے آخری قدم رکھا تھا اور اس بات کو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کا خاصہ قرار دیا ہے کہ نبی جس جگہ سے دنیا سے تشریف لے جائے اس کی آخری آرامگاہ وہیں بنائی جائے۔

صلوٰۃ و سلام

آپ پر عام انسانوں کی طرح نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی کہ کوئی امام ہوتا اور لوگ دعائے مغفرت مانگتے آخر وہ نبی کیسا نبی ہے جس کی بخشش اُمت مانگے بلکہ آپ پر سب سے پہلے فرشتوں کی جماعتوں نے صلوٰۃ و سلام پڑھا۔ اور پھر دس دس کی تعداد میں صحابہ کرام نے آکر درود شریف پڑھا وہ درود شریف

یہ ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اللّٰھم ربنا لبیک وسعدیک صلوٰۃ اللّٰہ البر الرحیم والملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والصالحین وما سبح لک من شیئ یارب العالمین علی محمد بن عبد اللّٰہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاھد البشیر الداعی الیک باذنک السراج المنیر وبارک وسلم علیہ۔

(زرقانی جلد ۸ ص ۲۹۳)

آرام کا خیال رکھنا

آپ کے آرام کا اب بھی خیال اور لحاظ رکھنا اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ :-

ا۔ آپ کے ارد گرد واقعہ مکانات میں میخیں گاڑھنے سے ازواج مطہرات نے منع کر دیا تھا کہ اس سے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

ب۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں، زور سے کلام کرنے والوں کو منع فرمایا۔

ج۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مکان کے دروازوں کی چوکھٹ بنانے

کے لئے حرم سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ تاکہ آواز سے حرم کی بے ادبی نہ ہو۔ (دفع الشبہ صہ ۸۱)

د۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہم امام مالک کے درس میں مسجد نبوی میں بھی کتابوں کے ورق بڑے احتیاط سے پلٹا کرتے تھے کہ اس کھڑکھڑاہٹ سے آپ کے آرام میں فرق نہ آجائے۔

ہ۔ امام مالک مدینہ منورہ میں سواری نہ کیا کرتے تھے۔

و ہمارے مولانا محمد قاسم نانوتوی پا برہنہ دیار حبیب میں چلا کرتے تھے۔

زیارت کا حکم

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی حاضری سب سے بڑی سعادت ہے۔ خصوصاً حج کے بعد تو زیارت کا شرف حاصل کرنا ضروری ہے۔

مشہور محقق مذاہب اربعہ ابن قدامہ م ۶۲۰ھ نے اپنی کتاب المغنی میں مندرجہ ذیل احادیث نقل فرمائی ہیں یہ کتاب ۱۳۴۶ھ میں سلطان عبدالعزیز مرحوم کے ذاتی خرچ سے شائع ہوئی ہے۔

۱۔ دار قطنی نے ابن عمر سے باسند روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جس نے حج کیا اور میری رحلت کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو یوں سمجھئے کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی (اس لئے کہ آپ روضۂ اقدس میں زندہ ہیں۔ تذکرہ قرطبی صہ ۲۷)

(۲) جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی۔

(۳)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِی فَقَدْ جَفَانِیْ (ترجمہ) جس نے حج تو کر لیا مگر میری زیارت نہ کی تو اس کو معمولی غلطی نہ سمجھئے بلکہ اس نے مجھ پر زیادتی کی۔
یہ حدیث حافظ ابو عبد اللہ النجار، حافظ ابو سعید عبد الملک نیشا پوری، اور امام ابن عساکر نے طریق سے روایت کی ہے۔ (دفع الشبہ صہ ۹۶)

(۴)۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کبھی کوئی میری قبر کے قریب آکر مجھ پر سلام کہتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ میرے روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں۔ تاکہ اس کے سلام کا جواب دوں۔ (المغنی ج ۳ صہ ۵۸۸)

(۵) خلیفہ عادل عمر وبن عبد العزیز شام سے باقاعدہ ایک قاصد اس لئے مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کر دے (وفاء الوفا صہ ۱۳۵۷)

(۶) جب کعب احبار نے اسلام قبول کیا تو عمر فاروق نے آپ سے کہا کہ اگر میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کریں (تو بہتر ہے) کعب نے جواب میں عرض کیا۔
ضرور آپ کی نوازش ہو گی
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ و [illegible] نے فرمایا کہ مدینہ منورہ جانے والا یوں کہے کہ میں نے حضور کی زیارت کی کیونکہ آپ زندہ ہیں
(وعظ التبلیغ ۳ جمادی الاول ۲۳ھ)

"ترکوں کی حکومت کے زمانہ میں شیخ الحرم روزانہ سلطان کی طرف سے اور اپنی طرف سے صلوٰۃ وسلام عرض کر کے دعا کرتا اور پھر جاروب کشی کرتا۔" (سفرنامہ اسیر مالٹا صد ۲۱)

حج کیلئے جانے کا محبوب اور پسندیدہ طریقہ ہمارے محبوب آقا حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا یہ تھا کہ پہلے مدینہ منورہ جاتے اور پھر حج کو جائے تاکہ حضرت کی دعا سے حج قبول ہو۔ (تقریر محمدی جہاز)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب شارح ابی داود فرماتے ہیں کہ :-

یہ جان لے کہ سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سب عبادتوں سے افضل اور درجات عالیہ کے حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ کامیاب ذریعہ ہے۔ جس کی طاقت ہو اس پر تو زیارت کرنا واجب ہے۔ اور اس کا چھوڑ دینا بڑی غفلت اور بڑا جرم ہے۔ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی "جس نے حج کر لیا۔ مگر میری زیارت نہ کی۔ تو اس نے مجھ پر ظلم کیا"
زیارت کو واجب کر رہا ہے اس روایت کی سند حسن ہے یعنی موضوع یا ضعیف نہیں ہے۔

(بذل المجہود جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

بلکہ حنفی کے مشہور مستند علامہ شامی نے تو یہ فرمایا ہے
اگر کوئی شام کو جاتے ہوئے مثلاً مدینہ منورہ کے قریب سے گزرے تو اس کو زیارت اقدس ضرور کرنی چاہیے۔ اس لئے

کہ ایک مقدس عبادت کا اتنے قریب سے چھوڑ دینا بدبختی ہے امام ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ میرے ہاں تو یہ بہتر ہے کہ گھر سے زیارت اقدس کی نیت پر آوے ساتھ ہی مسجد نبوی کی زیارت بھی خود بخود ہو جاوے گی اس لئے کہ اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تعظیم اور عظمت پائی جاتی ہے آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ جو میرے پاس صرف میری زیارت کے لئے آیا قیامت کے دن اس کی شفاعت مجھ پر لازم ہے۔

رحمتی نے عارف جامیؒ سے نقل فرمایا ہے کہ۔

انہوں نے زیارت مقدسہ کو حج سے علیحدہ ایک مستقل عبادت قرار دیا ہے تاکہ اس انسان کے لئے دوسرا کوئی بھی ارادہ سوائے زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ہو (شامی جلد ۲ صـ ۲۷۹)

قیام مدینہ منوّرہ اور زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ۔

جتنی دیر مدینہ منورہ میں رہے نہایت ادب اور احترام سے رہے۔ جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فرمایا ہے :-

کسی بھی وقت درود و سلام سے فارغ نہ رہے۔ ہر وقت اس امر کا لحاظ رکھے کہ یہ وہ پاک بستی ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا شرف بخشا یہاں ہی جبرائیل وحی اور قرآنِ کریم لے کر آئے یہی وہ جگہ ہے جہاں سے ایمان اور شریعت

اسلام کی نہریں جاری ہوئیں اور دل میں اس بات کا خیال رکھے کہ یہ ہو سکتا ہے۔ جہاں میں قدم رکھ رہا ہوں یہ وہ جگہ ہو جسے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم اشرف کا فخر حاصل ہو۔

روضہ اطہر پر سلام کرتے وقت قبلے کی طرف سے آئے اور اپنا منہ دربار نبوت کی طرف کرے ابو اللیث سمرقندی کا یہ کہنا کہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرے مردود ہے۔

شارح بخاری کرمانی اور الاختیار کے مصنف نے کہا ہے۔ کہ زیارت دربار نبوت کی نعمت حاصل ہونے پر اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سجدہ کرے کہ اسے یہ نعمت حاصل ہوئی + (فتح القدیر)

صلوٰۃ وسلام کا سننا

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں جو آپ کی مسجد شریف میں آپ پر پڑھا جاتے۔

اسی لئے تو اونچے آواز سے سلام پیش کرنا بہتر نہیں ہے۔ حضرت مولانا (ابی داؤد کے شارح) خلیل احمد دیوبندی کا حال اور قال یہ تھا۔

آستانہ محمدیہ پر حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی آواز نکلنا تو درکنار مواجہہ شریف کے قریب یا بالمقابل بھی آپ کھڑے نہ ہوتے تھے خوف زدہ مودبانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم و قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے بکمال خشوع صلوٰۃ و سلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں لہذا پست آواز سے سلام

عرض کرنا چاہیئے مسجد نبوی میں کتنا ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے۔ آپ سن لیتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص۲۰۶)

اذان و اقامت

فتنہ خوارج واقعہ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان واقامت اور نماز باجماعت کا موقع نہ مل سکا حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دن اسی دربار اقدس میں گذارے صبح، ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی باقاعدہ اذانیں اور اقامت کی آواز قبر شریف سے سنتا رہا۔ (الدرۃ الثمینہ ص ۱۳۲)

ادب و احترام

اب بھی ان مقامات مقدسہ کا ادب و احترام ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ بہادر اور دلیر انسان ہی کیوں نہ ہو ۱۳۳۴ھ میں انور پاشا وزیر جنگ سلطنت عثمانیہ جب مدینہ منورہ آئے تو ان کی حاضری کا حال حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے چشم دید بیان فرمایا ہے۔

انور پاشا نے مدینہ منورہ کا سفر کرتے وقت اپنے افسری لباس اور نشانات وغیرہ فقط اس خیال سے کہ بادشاہ دو جہاں کی بارگاہ میں حاضری ہے غلام بن کر جانا چاہیئے، اتار دیتے تھے اور فرمایا کہ ہم پیدل بارگاہ نبوت میں غلامانہ طریق سے چلیں گے نظر زمین سے لگی ہوئی تھی اور آنکھیں آنسوؤں کی لڑیاں پرو

رہی تھیں ۔ (سفر نامہ ص ۲۰)

آپ کے دیدار کیلئے دعوات

سب سے بڑی چیز جو اس سعادت کے لئے ذریعہ اور معاون اور ممد ہو سکتی ہے وہ آپ کی کامل اتباع آپؐ سے عقیدت کاملہ آپؐ کی عظمت کا دل میں یقین ہے علمائے ملت اسلامیہ نے بعض اوراد اور وظائف بھی ایسے بتائے ہیں کہ جن پر عمل کر کے انشاءاللہ یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے

شیخ عبدالحق رح محدث دہلوی نے مندرجہ ذیل درود پاک لکھے ہیں۔ جن کو حکیم الامت تھانوی رح نے نشر الطیب میں ذکر فرمایا ہے۔

۱

شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں بارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ھو اللہ اور بعد سلام سو بار یہ درود پڑھے انشاءاللہ تین جمعے نہ گزرنے پاویں گے زیارت نصیب ہو گی، وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ

۲

جو شخص دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ھو اللہ اور سلام کے بعد یہ درود شریف پڑھے ہزار مرتبہ تو زیارت نصیب ہووے گی اس کو یقیناً۔

درود شریف یہ ہے :-

۳

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

کثرت درود سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہو جاتا ہے، جیسا کہ اسی کتاب کے شروع میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشاہدات میں گزر چکا ہے ؎

محدّث کبیر حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی درود شریف برائے زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرماتے ہیں جو مجربات عزیزی میں موجود ہیں۔

درود شریف کے متعلق اکابر کی عقیدت

درود شریف وہ مقدّس عبادت ہے کہ جس کی وجہ سے رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ اس لئے اجلہ علماء کرام کا معمول رہا ہے۔ علمائے کرام اولیائے عظام نے درود شریف کی برکات پر مستقل کتابیں اور رسالے تصنیف فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے تو فرمایا۔ کہ ہمیں سب برکات اسی درود شریف کے طفیل منجانب اللہ عطا ہوئی ہیں کتاب کے وسط میں گزر چکا ہے کہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے جتنا درود شریف زیادہ پڑھا حضور انور نے اتنا ہی قرب و وصال سے نوارا۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

حضرت شیخ زکریا ملتانی قدس سرہٗ م ۶۶۶ھ کی وصیت ہے کہ دین تب ہی سلامت رہ سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

پڑھے (نزھۃ الخواطر ج ا)

ہمارے اکابر کے ہاں درود شریف کا ورد اطہر اس کے لئے مفید ہے جیسا کہ حضرت قطب عالم گنگوہی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں زیارت فخر دو عالم علیہ السلام اختیاری بات نہیں درود شریف کی کثرت ومحبت موجب اس کا ہے۔ (مکاتیب رشیدیہ صـ ۲۵)

اسی طرح قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز نے حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ سے درود شریف صلوٰۃ تنجینا ۵ صد دفعہ پڑھنے کی اجازت حاصل فرمائی۔

(رسالہ العلم کراچی اپریل تا جون ۵۸ء زم)

میرے آقا حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں :۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ کو جملہ صیغے درود شریف پر ترجیح دیتے ہیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ صـ ۵۴)

درود شریف کے متعلق سابق گزر چکا ہے کہ ہمارے اکابر دیوبند کے ہاں حزب اعظم اور دلائل الخیرات مناجات مقبول با قاعدہ با اجازت ہے درود و وظائف حضرت تھانوی کی ترتیب داوہ مناجات مقبول میرے خیال میں لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے حضرت ملا علی قاری کی جمع فرمودہ الحزب الاعظم بھی اکابر کے ہاں معمول ہے الحمد للہ اس سیہ کار کے مکرم ومحترم قبلہ والد صاحب کو الحزب الاعظم کی اجازت شیخ الدلائل حضرت شاہ عبد الحق مہاجر مکی سے حاصل تھی رحمت خداوندی سے وہی نسخہ دلائل جس پر شاہ صاحب کی قلمی اجازت اور مہر شریف ثبت

ہے احقر کو مل گیا۔

الغرض زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود شریف کی کثرت مجرب عمل ہے درود شریف کے متعلق مفصل علمی اور روحانی دلائل رسالہ سراج الظلمات میں مل سکیں گے۔ انشاء اللہ

گذارشات

۱۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں یا عالم رویا میں زیارت ہو جانا بہت بڑی سعادت ہے، اسی طرح اگر ایک آدمی کو اس رویۃ مقدسہ کا شرف حاصل نہ ہو اور وہ ویسے ہی کہے تو یہ بہت بڑے عذاب کا باعث ہو جاوے گا۔ سید دو عالم کا ارشاد گرامی ہے۔

من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار (الحدیث)

محدثین کرام فرماتے ہیں کہ احادیث کے اس قدر کثیر ذخیرہ سے صرف یہی ایک ایسی حدیث ہے جسے عشرہ مبشرہ نے روایت کیا۔ تعلیق ج ا ص ۱۴۰)

۲۔ بعض باتیں اہل اللہ ایسی فرماتے ہیں یا ان کی طرف منسوب ہوتی ہیں جو بظاہر عام انسانوں کی سمجھ میں نہیں آتیں ان کو اصطلاح میں شطحیات کہا جاتا ہے ان کے متعلق حضرت قطب الارشاد گنگوہی فرماتے ہیں۔

حضرت قطب الارشاد گنگوہی فرماتے ہیں:۔
اس کو قبول نہ کرے اور نہ رد کرے۔
سکوت کرے اور جو امور خلاف شرع کے ہیں ان کو رد کرنا چاہیئے۔
(فتاویٰ رشیدیہ کامل ج ا صـ۸۶)

مشورہ

جو حضرات عربی جانتے ہوں ان کو چاہیئے کہ وہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت پیدا کرنے کے لیئے کتاب الشفاء کا مطالعہ جاری رکھیں یہ کتاب قاضی عیاض م ۵۴۴ھ نے مرتب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت قبولیت بخشی اس کی مفصل اور مختصر کئی شرحیں لکھی جا چکی ہیں بارھویں صدی میں اس کا ترجمہ ترکی زبان میں ہوا بیضاوی کے شارح محقق عالم احمد خفاجی نے اس کی شرح کی اور اسی کے مقدمے میں فرمایا۔
(۱) جس مکان میں یہ کتاب ہو وہاں کوئی ضرر نہیں پہنچتی اور جس کشتی میں ہو وہ ڈوبتی نہیں جس بیمار کے پاس پڑھی جاتے اس کو اللہ شفاء یاب فرماتے ہیں۔ مصنف نے خود حالت مرض میں اسکا تجربہ کیا ہے۔ (نسیم الریاض صـ۴)
قاہرہ اور الجزائر میں فوجوں کی وفاداری کی قسم اس کتاب پر ہاتھ رکھکر دی جایا کرتی تھی ایک مدرسہ شفائیہ مدینہ منورہ اسی نام پر کھولا گیا تھا کہ اس میں شفاء کا پڑھنا ضروری ہے۔
(۲) علامہ نور الدین سمہودی م ۹۱۱ھ نے ایک کتاب وفاء الوفاء لکھی جو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مدینہ منورہ کے حالات پر جامع

کتاب ہے اس کتاب کا حوالہ اکثر اوقات محدث عصر حضرت محمد انور شاہ صاحب کاشمیری دیا کرتے تھے اس لئے عربی داں حضرات اس کے مطالعہ سے دل کا سرور حاصل کریں۔

۳ - جو دوست عربی نہیں جانتے وہ قاضی سید سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی جمع فرمودہ کتاب رحمۃ للعالمین کا مطالعہ جاری رکھیں مجھ جیسے گنہ گار کو بھی اس کتاب کے پڑھنے سے بے انتہا روحانی سرور حاصل ہوا۔

۴ - دور حاضر کے حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ کتاب حبیب خدا کا مطالعہ بھی سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں لذتِ ایمانی میں اضافہ کرتا ہے اور یہ۔

ان کتابوں کو نہ پڑھے جن سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ تفسیر کشاف اگرچہ علمی اور ادبی لحاظ سے مدلل ہے مگر اس کا مصنف زمخشری معتزلہ تھا جن آیات سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان آشکارا ہوتی ہے ان کی تاویل کی اس لئے جلیل القدر علماء نے اس کے مطالعہ کو چھوڑ دیا۔ امام سبکی فرماتے ہیں "میں نے کشاف کا مطالعہ چھوڑ دیا حیاءً من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کتابوں کا پڑھنا اور ایسے مولویوں کے وعظ سننا دربار نبوت سے دور کر دیتا ہے جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کو کم کرنے کے لئے مصروف عمل ہوں۔ شانِ رسالت میں تحقیق اور تنقید حرام ہے۔ صحابہ کرام کو رَاعِنا کا کلمہ کہنے سے اس لئے تو روک دیا کہ اس

سے منافقوں کو بے ادبی کا موقعہ مل سکتا ہے۔ اور یہ بے ادبی اس قدر بڑا جرم اور گناہ ہے کہ اس سے سب اعمال اور دوسری عبادتیں برباد ہوجاتی ہیں۔ فرمایا۔

ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون (الحجرات)

کہیں تمہارے سارے عمل برباد نہ ہوجائیں اور تم سمجھ ہی نہ سکو۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے)

ضروری عرض

قرآن مجید کی وہ بنیادی تعلیم جس کو دنیا میں رائج کرنے کے لئے سب انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تھے خصوصاً سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کا درس دیا ہے وہ توحید ہے جس کا صاف اور سادہ مطلب اور معنی یہ ہے کہ کسی بھی انسان، فرشتہ یا کسی دوسری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات میں شریک نہ سمجھا جائے یہ سارا نظام چلانے والی وہی ذات پاک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ فرق مراتب اسلام کی مقدس تعلیم ہے۔

(واللہ الموفق)

مُصنّف کی چند دیگر تصانیف

تفسیر تعلیم القرآن سب سے زیادہ جامع اور بہت مختصر تفسیر تحت اللفظ سلیس ترجمہ اور آدھے صفحے پر ضروری فوائد۔ سورہ بقرہ وسورہ النساء ہدیہ ۴۰ روپے

خلاصہ فقہ اسلامی ۔ سارے اسلامی فقہ کا خلاصہ اردو زبان میں عام مسلمانوں، اسلامیات کے طلباء اور وکلاء کے لئے مفید ہے ہدیہ ۱۰ روپے

درسِ قرآن مجید مصنف ہر ماہ کے آخری اتوار وہ کینٹ احباب کی دینی مجلس میں درس قرآن دیتے ہیں جو مشہور دینی ہفتہ وار رسالہ خدام الدین میں شائع ہو جاتا ہے اب سال اول کے بارہ درس کتابی شکل میں شائع ہو گئے ہیں جو بے حد مقبول ہوئے ہدیہ ۲۰ روپے۔

آغوشِ رحمت ۔ مایوسی اور ناکامیوں میں سہارا دینے والی کتاب اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنے کا طریقہ، اور مجرب دعاؤں کا مجموعہ، الحزب الاعظم کا سب سے زیادہ صحیح نسخہ اردو ترجمہ کے ساتھ، دلنشین طباعت وکتابت ہدیہ دو روپے پچاس پیسے۔

المیزان آج کل بعض لوگوں نے دینی احکام اور مسائل کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے جس سے بنیادی عقائد اور احکام تک پر تنقیدیں ہو رہی ہیں۔ اس کتاب میں اس میزان کو پیش کیا ہے جو اسلامی تعلیمات کی صحیح کسوٹی ہے

پھر چند نئے محققوں کے مضامین پر قرآن و سنت عربی لغت کی روشنی میں تحقیقی تنقید کی گئی ہے ہر لکھا پڑھا مسلمان اسے ضرور پڑھے (زیر طبع)

درسِ حدیث حدیث کیا ہے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حدیث سننے والا سنانے والا یوں سمجھے کہ وہ دربار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں شرف اندوز ہو رہا ہے اس کتاب میں تین سو ساٹھ احادیث کا درس جمع کر دیا گیا ہے تاکہ مساجد میں اور علمی مجلسوں میں روزانہ کم از کم ایک حدیث کا درس دیا جا سکے ہر مسلمان کے پڑھنے کے لائق ہے۔ (زیر طبع)

دینی لغات قرآن و حدیث اور فقہ کی مجموعہ لغات کا حل۔ جلد اول۔ (قیمت پانچ روپیہ)

رحمتوں کا خزانہ اسلامی تعلیم میں جہاد کا کیا مقام ہے اس موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ (قیمت ایک روپیہ)

درس قرآن مجید واہ کینٹ میں دیئے جانے والے درس کا دوسرا سالنامہ مجموعہ — (قیمت دو روپیہ)

لامیۃ المعجزات سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو عربی نظم میں مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم مہتمم دار العلوم دیوبند نے مرتب فرمایا جس کی شرح اردو میں دار العلوم دیوبند کے شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے یہ کتاب عربی ادب۔ اور عشق سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے نظیر تحفہ ہے۔

یہ سب کتابیں اور دینی کتابیں ملنے کا پتہ

دینی کتب خانہ دار الارشاد کیمبل پور مغربی پاکستان

مدینہ منوّرہ میں حضرت مدنی کے جاری کردہ مدرسہ کے ناظم صاحب کا

مکتوب دربارۂ جہاد ستمبر ۶۵ء

"یہاں پر جس روز لاہور پر حملہ ہوا اسی شب میں ایک دو حضرات نے خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے اور روضۂ اقدس سے جناب حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت عجلت میں تشریف فرما ہوئے اور ایک بہت خوبصورت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر باب السّلام سے تشریف لے گئے بعض حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس قدر جلدی میں گھوڑے پر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا۔ پاکستان میں جہاد کے لیے اور ایک دم برق کی مانند بلکہ اس سے بھی کہیں تیز روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے مواجہہ شریف سے ہی پانچ حضرات اور اسی راستہ سے ایک موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے"۔

محمّد انعام کریم صدیقی دیوبندی
ناظم مدرسہ علومِ شرعیہ۔ مدینہ منوّرہ
یوم پنجشنبہ ۲۸ رجمادی الاولیٰ ۸۵ھ
۲۴ ستمبر ۶۶ء

شائع کردہ دار العلوم کراچی ۳۰ء